وَلَقَدْ بَعَثْنَا فِيْ كُلِّ اُمَّةٍ رَّسُوْلًا اَنِ اعْبُدُوا اللّٰهَ وَاجْتَنِبُوا الطَّاغُوْتَ
اور ہم نے ہر امت میں رسول بھیجا کہ اللہ کی عبادت کرو اور طاغوت سے اجتناب کرو
انصارانِ طاغوت
اقسام واحکام
مؤلف: عبدالرحمن بن عبدالحمید الامین
اردو ترجمہ: ابوعلی السلفی المہاجر

بسم اللہ الرحمن الرحیم

وَ لَقَدۡ بَعَثۡنَا فِیۡ كُلِّ اُمَّةٍ رَّسُوۡلًا اَنِ اعۡبُدُوا اللّٰهَ وَ اجۡتَنِبُوا الطَّاغُوۡتَ

اور ہم نے ہر امت میں رسول بھیجا کہ اللہ کی عبادت کرو اور طاغوت سے اجتناب کرو۔

انصارانِ طاغوت

(اقسام واحکام)

اردو ترجمہ:

(نثر اللؤلؤ و الیاقوت لبیان حکم الشرع فی اعوان و انصار الطاغوت)

بقلم : عبدالرحمٰن بن عبدالحمید الامین حفظہ اللہ

مترجم: ابوعلی السّلفی المہاجر حفظہ اللہ (الکراتشی)

مسلم ورلڈ ڈیٹا پروسیسنگ پاکستان

http://www.muwahideen.tk

بسم اللہ الرحمن الرحیم

مقدمہ

تعریف اللہ کے لئے خاص ہے جو تمام جہانوں کا رب ہے اور اچھا انجام متقین کا ہے اور زیادتی صرف ظالموں پر جائز ہے اور میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں، وہ مومنوں کا مدگار ہے اور میں گواہی دیتا ہوں کہ محمد ﷺ اس کے بندے اور اس کے رسول ہیں، تمام رسولوں کے امام اور پہلوں اور پچھلوں سب کے سردار ہیں اللہ ان پر اور ان کے تابع داروں پر اور ان کے ضیائی اور مبارک صحابہ رضی اللہ عنہم پر رحمت نازل کرے (اللہم آمین)

امابعد: ایمان کے وہ مسائل جن کا تعلق طاغوت سے ہے دین کے اہم ترین مسائل ہیں کیونکہ وہی ایمان اور کفر میں امتیاز کرتے ہیں۔ اللہ پر ایمان رکھنے والا ہر مومن طاغوت کا انکار کرنے والا ہوتا ہے اور طاغوت پر ایمان لانے والا ہر کافر اللہ کا انکار کرنے والا ہوتا ہے اور کسی بھی مسلمان موحد کا ایمان اس وقت تک صحیح نہیں ہوسکتا جب تک کہ وہ طاغوت کا انکار نہ کردے۔ گویا توحید خالص کی بنیادی شرط طاغوت کے ساتھ کفر کرنا اور اس کا انکار کرنا ہے۔

اور چونکہ عقیدہ توحید ہی اصل اسلام اور خلاصہ ایمان اور سب سے بڑا فریضہ اور سب سے بڑی پابندی ہے اور ایمان اور اسلام کا مدار بھی اسی پر ہے۔ لہٰذا ہر مسلمان پر فرض ہے کہ وہ ایسے عقیدہ توحید کو اختیار کرے جو خالص ہو اور کفر وشرک کے شائبوں سے پاک ہو، اسی لئے اللہ تعالیٰ نے لوگوں کو طاغوت سے اجتناب کا حکم دیا۔ فرمایا:

وَ لَقَدْ بَعَثْنَا فِیْ كُلِّ اُمَّةٍ رَّسُوْلًا اَنِ اعْبُدُوا اللّٰهَ وَ اجْتَنِبُوا الطَّاغُوْتَ فَمِنْهُمْ مَّنْ هَدَى اللّٰهُ وَ مِنْهُمْ مَّنْ حَقَّتْ عَلَيْهِ الضَّلٰلَةُ فَسِيْرُوْا فِی الْاَرْضِ فَانْظُرُوْا كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الْمُكَذِّبِيْنَ. (نحل:36)

''اور ہم نے ہر امت میں رسول بھیجا کہ اللہ کی عبادت کرو اور طاغوت سے اجتناب کرو پھر

ان میں سے کچھ کو تو اللہ نے ہدایت دے دی اور کچھ پر گمراہی صادق آ گئی تو تم زمین پر گھوم پھر کر دیکھ لو جھٹلانے والوں کا کیا انجام ہوا''۔

سو جب طاغوت کے متعلق گفتگو اہم ہے تو اس کے شرعی حکم کو بیان کرنے کے ساتھ ساتھ طاغوت کے حامیوں اور مددگاروں کا شرعی حکم بیان کرنا بھی دین کے بنیادی مقاصد سے ہے اور پھر لوگوں کا ان دونوں قسم کے احکامات شرعیہ کا معلوم کرنا اور سمجھنا بھی ان کی دنیاوی ضروریات سے زیادہ اہم اور ضروری قرار دیا، خاص طور پر اس لئے بھی کہ عصر حاضر میں زندگی کے تمام پہلوؤں پر منڈلاتے خطرات کا تعلق بھی طاغوت اور اس کے حامیوں اور مددگاروں سے ہے۔

اور ایسے وقت میں جبکہ لوگ اس امر کے شدید ضرورت مند ہیں طاغوت اور حامیان وانصار طاغوت (طاغوت کے حامی اور مددگار) کے شرعی حکم سے چپ سادھ لینا بلاشبہ گناہ ہے، اس لئے میں نے اس اہم مسئلے سے متعلق شرعی حکم بیان کرنا ضروری سمجھا تاکہ مسلمان اپنے دینی امور سے جہالت اور غفلت میں نہ رہیں اور کمزور شبہات اور جھوٹے نظریات کا شکار نہ ہوں۔

چونکہ طاغوت سے متعلق گفتگو کرتے وقت میں نے دور حاضر کے اہل علم کے ایمان وکفر کے مسائل سے متعلق مختلف اقوال بھی پیش کئے ہیں اور اس سے یہ نہ سمجھا جائے کہ اس مسئلے میں ان کا قول قطعی حجت ہے کیونکہ زیر نظر کتاب کا مطالعہ کرتے وقت قاری باآسانی محسوس کرلے گا کہ ان کے اقوال آپس میں ٹکراتے ہیں ایک مقام پر وہ کچھ کہتے ہیں پھر دوسرے مقام پر اس کے خلاف کہنے لگتے ہیں، پھر بھی میں نے ان کے اقوال اس لئے نقل کئے ہیں کیونکہ میں جانتا ہوں کہ اس مسئلے میں ان کا آخری قول ''حق'' ہی ہے اور حق کی اتباع کرنی چاہیے اور ایک ہی مسئلے میں ان کے اقوال میں موجود تضاد واختلاف سے چشم پوشی کرنی چاہیے کیونکہ اس تضاد بیانی کی کچھ وجوہات ہیں جو کسی عقلمند آدمی سے چھپی نہیں ہیں۔ اللہ تعالیٰ ہماری اور ان کی لغزشوں اور کمی کوتاہیوں کو معاف فرمائے۔ (آمین)

میں نے طاغوت اور اس کے حامیوں اور مددگاروں سے متعلق اس کتاب میں جو کچھ بھی لکھا ہے اس کے لئے میرا اخلاص اور نیک نیتی ہی کافی ہے اور مجھے اللہ سے امید واثق ہے کہ میں نے اس عنوان

پر انتہائی محنت کی ہے اور اس کا نام رکھا ہے ''نثر اللؤلؤ والیاقوت لبیان حکم الشرع فی اعوان وانصار الطاغوت'' طاغوت کے حامیوں اور مددگاروں کے متعلق حکم شرعی کے بیان میں موتی وجواہر''

اللہ سے میری دعا ہے کہ وہ اس کتاب کے ذریعے ہر اس مسلمان کو فائدہ دے جو اسے پڑھے اور میرے لئے خیر خواہی کے جذبات رکھے اور میرے لئے اور میرے والدین کے لئے دعا کرے میرے لئے اللہ ہی کافی ہے یقیناً وہ بڑا کارساز ہے، بہترین دوست اور بہترین مددگار ہے۔

سبحانك اللهم وبحمدك اشهد ان لا الٰه الا انت استغفرك واتوب اليك

عبدالرحمن بن عبدالحميد الامين

٢٨ ذوالحجة ١٤٢٣هجرى

الحمد للّٰه رب العالمین و العاقبة للمتقین ولا عدوان الا علی الظالمین واشهدان لااله الاالله وحده لاشریک له ولی المومنین واشهدان محمدا عبده ورسوله امام المرسلین وسید الاولین والآخرین وقائد الغرّ المحجلین وعلیٰ آله وصحبه وسلم ومن تبعهم باحسان الی یوم الدین.

امابعد :

گذشتہ چندعشروں سے اکثر غیرت مند دینداروں کی جانب سے یہ سوالات بہت زیادہ ہونے لگے ہیں: امن فوج یا امن افراد وغیرہ جوان طاغوتی حکام کی نوکری یا خدمت کرتے ہیں (جواللہ کے قانون کے مطابق حکومت نہیں کرتے) اور وہ ایسے حکام کے ہاتھ مضبوط کرنے کا ذریعہ بنتے ہیں جو نہ تو ان کے دین کو جانتے ہیں نہ ان کی اجتماعیت کو اور یہود ونصاریٰ سے دوستیاں اور تعلقات قائم کرتے ہیں ایسے لوگوں کے متعلق کیا شرعی حکم ہے؟ اور کیا ان کے متعلق بھی شریعت کا وہی حکم ہے جو یہود ونصاریٰ کے طاغوتی دوستوں کا ہے؟ اور کیا مسلمان کے لئے شرعاً جائز ہے کہ وہ ان سیکولر نظاموں کے سائے میں رہنے والی امن فوج یا امن افراد کا حصہ بن جائے؟ اور اگر کوئی مسلمان ایسا کرلے تو کیا اس کا یہ فعل اللہ کے دشمنوں سے دوستی شمار ہوگا؟ اور جو شخص یقینی طور پر جانتا ہو کہ وہ یہود ونصاریٰ کے مددگار ہیں پھر بھی ان کی حمایت کرے اور مدد کرے اور ان سے دوستی کرے اس شخص کے متعلق شرعی حکم کیا ہے........................؟؟؟

ان سوالات کا تعلق چونکہ طاغوت کے حامیوں اور مددگاروں سے ہے اس لئے اصل موضوع سے پہلے ہم طاغوت کی تعریف کریں گے اور ولاء اور تولّی (یعنی دوستی ،محبت، وفاداری، جاں نثاری، اطاعت، رشتہ داری، اور ''قبول Except کرنا) کا لغوی اور اصطلاحی معنی بیان کریں گے اس کے بعد ہم ہر اس شخص کا شرعی حکم بیان کریں گے جو کفار اور مشرکین کے ساتھ کسی بھی نوع کا حسّی یا معنوی تعاون کرتا ہو۔

لہٰذا اللہ سے مدد مانگتے ہوئے ہم کہتے ہیں:

طاغوت کی تعریف

میرے نزدیک طاغوت کی جامع تعریف وہ ہے جو ''ابن قیم الجوزی'' نے اپنی کتاب ''اعلام الموقعین عن رب العالمین'' (50/1) مطبوعہ دارالجیل میں کی ہے۔ کہتے ہیں:

''طاغوت سے ہر وہ معبود (جس کی عبادت کی جاتی ہو) متبوع (جس کی اتباع کی جاتی ہو) مطاع (جس کی بات مانی جاتی ہو) مراد ہے جسے بندہ اس کی اصل حیثیت سے زیادہ درجہ دے پس ہر قوم کا طاغوت وہ شخص ہوا کہ اللہ اور اس کے رسول کو چھوڑ کر لوگ اس کے پاس فیصلے کروانے کے لئے جاتے ہوں، یا اللہ کے سوا اس کی عبادت کرتے ہوں، یا اللہ کی طرف سے عطاء کردہ کسی بصیرت (دلیل، رہنمائی، حکم) کے بغیر ہی اس کی اتباع کرتے ہوں، یا اس کی بات مانتے ہوں اور نہ جانتے ہوں کہ اس طرح تو اللہ کی بات ماننی چاہیے یہ سب دنیا جہاں کے طواغیت (جمع طاغوت) ہیں ان کے بارے میں اور ان کے ساتھ لوگوں کے تعلقات و معاملات کے بارے میں غور وفکر کرنے پر آپ جان لیں گے کہ یہ لوگ اللہ کی عبادت سے ہٹ کر طاغوت کی عبادت میں لگ چکے ہیں اور اللہ اور اس کے رسول کی طرف تحاکم (فیصلے کے لئے جانا) کے بجائے طاغوت کی طرف تحاکم (فیصلے کے لئے جانا) کرتے ہیں اور اللہ کی بات ماننے اور اس کے رسول کے نقش قدم پر چلنے کے بجائے طاغوت کی بات ماننے اور اس کے نقش قدم پر چلتے ہیں۔

امام جوہری رحمہ اللہ طاغوت کی تعریف میں فرماتے ہیں: ''طاغوت سے کاہن (غیب کی خبر دینے کا دعویٰ کرنے والا) شیطان اور گمراہی کا ہر سردار مراد ہے، یہ ایک بھی ہوسکتا ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: [يُرِيدُونَ اَنْ يَّتَحَاكَمُوْٓا اِلَى الطَّاغُوْتِ وَ قَدْ اُمِرُوْٓا اَنْ يَّكْفُرُوْا بِهٖ. (نساء:60)] ''وہ طاغوت کے پاس فیصلہ کروانے کے لئے جانا چاہتے ہیں حالانکہ انہیں حکم دیا گیا ہے کہ اس کے ساتھ کفر کریں''۔ اور ایک سے زیادہ بھی ہوسکتے ہیں جیسا کہ فرمایا: [اَوْلِيٰٓـؤُهُمُ الطَّاغُوْتُ. (بقرہ:257)] ''ان

کے اولیاء (جمع ولی یعنی دوست یا مددگار) طاغوت ہیں''۔اور طاغوت کی جمع طواغیت آتی ہے۔

(الجامع لاحکام القرآن از امام قرطبی رحمہ اللہ:183/3مطبوع دارالکتب العلمیة)

نیز امیر المومنین ''عمر بن خطاب'' رضی اللہ عنہ نے فرمایا:[ان الجبت السحر والطاغوت الشیطان]''**جبت سے مراد جادو اور طاغوت سے مراد شیطان ہے**''۔(تفسیر ابن کثیر 418/1طبع دارالسلام ریاض)

(نیز عمر رضی اللہ عنہ کا یہ قول اللہ تعالیٰ کے فرمان[**يُؤْمِنُوْنَ بِالْجِبْتِ وَ الطَّاغُوْتِ**]''وہ جبت اور طاغوت پر ایمان لاتے ہیں''۔کی تفسیر ہے۔ازمترجم)

اس قول کو نقل کرنے کے بعد امام ابن کثیر رحمہ اللہ فرماتے ہیں:''طاغوت سے شیطان مراد لینے کا معنی ہے کہ یہ شیطان انتہائی قوی ہے لہٰذا اس سے دور جاہلیت کی ہر برائی مراد ہے مثلاً بتوں کی عبادت، ان سے فیصلے کروانا، ان سے مدد مانگنا (ایضاً)

نیز ''شیخ عبدالرحمٰن بن حسن'' آل شیخ کی شرح ''فتح المجید شرح کتاب التوحید''صفحہ 19 طبع دارالندوۃ الجدیدۃ میں ہے کہ جابر رضی اللہ عنہ نے فرمایا:''**طاغوت** سے مراد وہ کہاّن (جمع کاہن) ہیں جن پر شیطان اترتے ہیں''۔ان دونوں اقوال کو ابن ابی حاتم رحمہم اللہ نے روایت کیا ہے اور فرمایا کہ **طاغوت** سے مراد ہر وہ شئے ہے جس کی اللہ کے سوا عبادت کی جائے۔

میں کہتا ہوں: کہ دراصل **طاغوت** سے شیطان مراد ہے جیسا کہ امیر المومنین عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے فرمایا اور گمراہی کے سارے امام اس کی شاخیں ہیں مثلاً کاہن، جادوگر، اللہ کے نازل کردہ قانون کے بغیر فیصلے کرنے والے، اور اللہ اور اس کے رسول کے حکم کے بغیر ان کے پاس فیصلے کے لئے آنے والے لوگ، جن کی اللہ کے سوا عبادت کی جاتی ہو، یا اللہ کی طرف سے کسی دلیل کے بغیر اس کی اتباع کی جاتی ہو، یا اللہ کی نافرمانی میں اس کی اطاعت کی جاتی ہو۔کیونکہ ''طاغوت''طغیان (سرکشی) سے نکلا ہے یہ بھی کہا جاتا ہے کہ طاغوت کی لغوی اصل طغیان ہے اور یہ اشتقاق کے بغیر ہی طغیان کا معنی دیتا ہے اور طغیان سے سرکشی (حد سے بڑھ جانا) مراد ہے لہٰذا ہر وہ معبود، متبوع یا مطاع جسے بندہ اس کی حقیقت

سے زیادہ درجہ دے وہ حقیقی طاغوت ہے۔

اور اللہ تعالیٰ نے طاغوت کے ساتھ کفر کرنے اور اس کا انکار کرنے کا حکم دیا ہے اور اس کفر وانکار کو ایمان اور توحید کے صحیح ہونے کی شرط قرار دیا ہے جیسا کہ فرمایا:

فَمَنْ يَّكْفُرْ بِالطَّاغُوْتِ وَ يُؤْمِنْ بِاللّٰهِ فَقَدِ اسْتَمْسَكَ بِالْعُرْوَةِ الْوُثْقٰى لَا انْفِصَامَ لَهَا وَ اللّٰهُ سَمِيْعٌ عَلِيْمٌ. (بقرہ:256)

''پس جو طاغوت کے ساتھ کفر کرے گا اور اللہ پر ایمان لائے گا وہی ہے جس نے ایسے مضبوط کڑے کو پکڑ لیا جو ٹوٹتا نہیں اور اللہ سننے والا جاننے والا ہے''۔

نیز فرمایا:

اَلَمْ تَرَ اِلَى الَّذِيْنَ يَزْعُمُوْنَ اَنَّهُمْ اٰمَنُوْا بِمَآ اُنْزِلَ اِلَيْكَ وَ مَآ اُنْزِلَ مِنْ قَبْلِكَ يُرِيْدُوْنَ اَنْ يَّتَحَاكَمُوْآ اِلَى الطَّاغُوْتِ وَ قَدْ اُمِرُوْآ اَنْ يَّكْفُرُوْا بِهٖ وَ يُرِيْدُ الشَّيْطٰنُ اَنْ يُّضِلَّهُمْ ضَلٰلًاۢ بَعِيْدًا. (نساء:60)

''کیا آپ نے ان لوگوں کو نہیں دیکھا جن کا زعم (گمان وخوش فہمی) ہے کہ وہ آپ کی جانب اور آپ سے پہلے نازل کردہ (وحی، دین، قانون) پر ایمان رکھتے ہیں اور فیصلے کے لئے طاغوت کے پاس جانا چاہتے ہیں جبکہ انہیں حکم دیا گیا ہے کہ اس کے ساتھ کفر کریں اور شیطان انہیں دور کی گمراہی میں لا پھینکنا چاہتا ہے''۔

نیز اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے اپنے بندوں کو طاغوت سے اجتناب کرنے کا حکم دیا ہے، فرمایا:

وَ لَقَدْ بَعَثْنَا فِيْ كُلِّ اُمَّةٍ رَّسُوْلًا اَنِ اعْبُدُوا اللّٰهَ وَ اجْتَنِبُوا الطَّاغُوْتَ. (نحل:36)

''اور ہم نے ہر امت میں رسول بھیجے کہ تم اللہ کی عبادت کرو اور طاغوت سے بچو''۔

نیز فرمایا:

وَ الَّذِيْنَ اجْتَنَبُوا الطَّاغُوْتَ اَنْ يَّعْبُدُوْهَا وَ اَنَابُوْآ اِلَى اللّٰهِ لَهُمُ الْبُشْرٰى فَبَشِّرْ عِبَادِ، الَّذِيْنَ يَسْتَمِعُوْنَ الْقَوْلَ فَيَتَّبِعُوْنَ اَحْسَنَهٗ اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ هَدٰهُمُ اللّٰهُ وَ

اُولٰٓئِکَ ھُمْ اُولُوا الْاَلْبَابِ.(زمر:17-18)

''اور جولوگ طاغوت کی عبادت سے بچتے ہیں اور اللہ کی طرف رجوع کرتے ہیں ان کے لئے خوشخبری ہے تو آپ میرے بندوں کو خوشخبری دے دیجئے وہ بندے جو بات کوتوجہ سے سنتے ہیں پھراس کے اچھے پہلو پر چلتے ہیں یہی وہ لوگ ہیں جنہیں اللہ نے ہدایت دی اور یہی لوگ عقل والے ہیں''۔

ولاء اور تولّی کی تعریف

ولی فعیل کے وزن پر فاعل کے معنی میں ہے جب کوئی کسی کا سر پرست ہوتو کہا جاتا ہے ھو ولیّہ وہ اس کا سر پرست ہے۔اللہ کا تعالیٰ کا فرمان ہے کہ [اَللّٰہُ وَلِیُّ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا.(بقرۃ:257)] ''اللہ اہل ایمان کا ولی یعنی سر پرست ومددگار ہے'' اس معنی میں ہے۔

ابن منظور کی لسان لعرب (3/985-986) میں ہے کہ: ''ابن اعرابی کے بقول موالاۃ کا معنی ہے جب دوافراد آپس میں لڑ پڑیں تو ان کے درمیان صلح کے لئے ''ثالث'' (تیسرا فیصلہ کرنے والا) آجائے اور وہ ان دونوں میں سے ایک کی طرف مائل ہو یہ ہے موالاۃ ومحاباۃ اور جب کوئی کسی سے محبت کرتا ہو تو کہتے ہیں وَالَی فلان فلانًا اور لفظ ''مولیٰ'' کا اطلاق بہت سے افراد پر ہوتا ہے مثلاً:

رب

مالک

سید

منعم (احسان کرنے والا)

معتق (آزاد کرنے والا)

ناصر (مددگار)

مُحب (محبت کرنے والا)

تابع (نقش قدم پر چلنے والا)

جار (پڑوسی)

ابن العم (چچازاد)

حلیف (جس کے ساتھ معاہدہ ہو)

عقید (ہم عقیدہ)

صھر (سسرالی رشتہ دار یا سسر)

عبد (غلام)

معتق (آزاد کردہ غلام)

منعم علیہ (جس پر احسان کیا گیا ہو)

میں کہتا ہوں کہ: مذکورہ تمام معانی کی بنیاد مدد اور محبت ہے نیز موالاۃ متابعہ (ایک دوسرے کی پیروی کرنا) کے معنی میں بھی آتا ہے۔

نیز فیومی ''مصباح المنیر'' (841/2) میں فرماتے ہیں: ''لفظ ولی فرمانبردار کے حق میں مفعول کے معنی میں بھی آتا ہے لہٰذا کہا جاتا ہے کہ المومن ولی اللہ (یعنی مومن اللہ کا محبوب، دوست ہوتا ہے) نیز کہا جاتا ہے والاہ – یوالیہ موالاۃً و ولاءً باب مفاعلہ سے بمعنی اس نے اس کی تابعداری کی۔

میں کہتا ہوں: ان لغوی تعریفات کی روشنی میں ہم کہہ سکتے ہیں کہ موالاۃ کا اصطلاحی معنی ہے مدد کرنا، محبت کرنا، تعاون کرنا، اکرام کرنا (عزت دینا)، اجلال (بزرگی دینا)، احترام کرنا اور یہ کہ موالی (یعنی مذکورہ تمام یا بعض افعال کرنے والا) ظاہراً اور باطناً دونوں طرح اس سے محبت کرنے والا شمار ہوگا جس سے وہ موالاۃ کا تعلق قائم کرے۔ لہٰذا موالاۃ کو اللہ اور اس کے رسول اور مومنوں کے لئے خاص کرنا فرض ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

اَللّٰهُ وَلِيُّ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا يُخْرِجُهُمْ مِّنَ الظُّلُمٰتِ اِلَى النُّوْرِ وَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْٓا

اَوْلِيَآؤُهُمُ الطَّاغُوْتُ يُخْرِجُوْنَهُمْ مِّنَ النُّوْرِ اِلَى الظُّلُمٰتِ اُولٰٓئِكَ اَصْحٰبُ النَّارِ. (بقرة:257)

''اللہ ان لوگوں کا ولی یعنی دوست ومددگار ہے جو ایمان لے آئے وہ انہیں اندھیروں سے روشنی میں لاتا ہے اور جن لوگوں نے کفر کئے رکھا ان کے دوست ومددگار طاغوت ہیں وہ انہیں روشنی سے نکال کر اندھیروں میں لاتے ہیں یہ لوگ جہنمی ہیں جس میں وہ ہمیشہ رہنے والے ہیں''۔

نیز فرمایا:

اَلَآ اِنَّ اَوْلِيَآءَ اللّٰهِ لَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَ لَا هُمْ يَحْزَنُوْنَ، الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَ كَانُوْا يَتَّقُوْنَ. (یونس:62-63)

''سن رکھو اللہ کے اولیاء پر نہ تو اندیشہ ہوگا نہ وہ غمگین ہوں گے یعنی جو ایمان لائے اور وہ مجھ سے ڈرتے تھے''۔

لہٰذا سارے اہل ایمان اللہ کے اولیاء ہیں اور اللہ ان کا ولی ہے اللہ تعالیٰ نے ولایت کو اسی معنی میں محصور کردیا ہے لہٰذا اہل ایمان سے خطاب کرتے ہوئے فرمایا:

اِنَّمَا وَلِيُّكُمُ اللّٰهُ وَ رَسُوْلُهٗ وَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوا الَّذِيْنَ يُقِيْمُوْنَ الصَّلٰوةَ وَ يُؤْتُوْنَ الزَّكٰوةَ وَ هُمْ رَاكِعُوْنَ،وَ مَنْ يَّتَوَلَّ اللّٰهَ وَ رَسُوْلَهٗ وَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا فَاِنَّ حِزْبَ اللّٰهِ هُمُ الْغٰلِبُوْنَ. (مائده:55-56)

''سوائے اس کے نہیں (لفظ اِنَّمَا کا ترجمہ جو عربی قواعد کی رو سے حصر کے لئے آتا ہے) تمہارا دوست اللہ اور اس کا رسول اور مومنین ہیں جو نمازیں پڑھتے ہیں اور زکاتیں دیتے ہیں اور وہ رکوع میں ہوتے ہیں اور جو اللہ اور اس کے رسول اور مومنوں کو دوست بنائے گا (یہ اللہ کی جماعت بن گئے) تو اللہ کی جماعت ہی غالب ہونے والی ہے''۔

لہٰذا ہر مسلمان پر فرض ہے کہ وہ اللہ کی خاطر دوستی کرے اور اسی کی خاطر دشمنی اس کی خاطر محبت کرے اور اسی کی خاطر نفرت کیونکہ ولاء (دوستی، محبت) اور براء (دشمنی، نفرت، بیزاری) ہی ایمان کی بنیادی کڑی اور دین کا بنیادی رکن ہے بلکہ ایمان اور عقیدے کے اصولوں میں سب سے بنیادی اصول ہے۔

عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے ابوذر رضی اللہ عنہ سے پوچھا[**ای عری الایمان اظنه قال: اوثق؟ قال اللہ ورسوله اعلم، قال: الموالاة فی اللہ والمعاداة فی اللہ والحب فی اللہ والبغض فی اللہ**] ''ایمان کی کڑیوں میں سب سے مضبوط کڑی کون سی ہے؟ ابوذر رضی اللہ عنہ نے کہا اللہ اور اس کا رسول جانتا ہے، آپ نے فرمایا: ''اللہ کی خاطر ایک دوسرے سے دوستی کرنا اور اللہ کی خاطر ایک دوسرے سے دشمنی کرنا اور اللہ کی خاطر محبت کرنا اور اللہ کی خاطر نفرت کرنا'' (معجم کبیر للطبرانی: 11537، مسند الطیالسی: 378، مصنف ابن ابی شیبة: 187/12، مستدرك حاكم: 480/2، عن ابن مسعود رضی اللہ عنہ نیز مسند احمد: 286/4، الایمان لابن ابی شیبة عن البراء بن عازب رضی اللہ عنہ نیز شرح السنة للبغوی: 429/3 عن ابن عباس رضی اللہ عنہ، نیز امام حاکم نے اسے صحیح کہا ہے البتہ امام ذہبی نے ان کی موافقت نہیں کی اور کہا کہ یہ صحیح نہیں ہے لیکن علامہ الالبانی نے شواہد اور متابعات کی بنا پر اسے حسن کہا ہے ملاحظہ ہو السلسلة الصحیحة: 437/2-735، 306/4-307)

لہٰذا کفار سے تعلقات قائم کرنا نواقض ایمان (جمع ناقض یعنی وہ امور جو ایمان کا اعتبار ختم کر دیتے ہیں) سے ہے کسی مسلمان کے لیے ان سے تعلق قائم کرنا جائز نہیں ہے کیونکہ اس پر تو ان سے دشمنی اور نفرت کرنا فرض ہے۔ لہٰذا ان سے تعلقات قائم کرنا یعنی ان سے محبت کرنا، ان کے قریب ہونا، ان کے ساتھ تعاون کرنا، ان کی مدد کرنا، ان سے اظہار محبت کرنا، اور ان کی طرف جھکاؤ یہ سب ناجائز ہے نہ زبان سے جائز ہے، نہ عمل سے، نہ ہی دل سے اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

لَا تَجِدُ قَوْمًا يُّؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَ الْيَوْمِ الْاٰخِرِ يُوَآدُّوْنَ مَنْ حَآدَّ اللّٰهَ وَ رَسُوْلَهٗ وَ لَوْ كَانُوْٓا اٰبَآءَهُمْ اَوْ اَبْنَآءَهُمْ اَوْ اِخْوَانَهُمْ اَوْ عَشِيْرَتَهُمْ اُولٰٓئِكَ كَتَبَ فِيْ قُلُوْبِهِمُ الْاِيْمَانَ وَ اَيَّدَهُمْ بِرُوْحٍ مِّنْهُ وَ يُدْخِلُهُمْ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا

اَلۡاَنۡهٰرُ خٰلِدِيۡنَ فِيۡهَا رَضِىَ اللّٰهُ عَنۡهُمۡ وَ رَضُوۡا عَنۡهُ اُولٰٓئِكَ حِزۡبُ اللّٰهِ اَلَاۤ اِنَّ حِزۡبَ اللّٰهِ هُمُ الۡمُفۡلِحُوۡنَ. (المجادلة:21-22)

''اے نبی آپ ایسی قوم نہ پائیں گے جو اللہ اور روز آخرت پر ایمان رکھتی ہو اور اللہ اور اس کے رسول کے مخالفین سے محبت کرتی ہو اگر چہ وہ مخالفین ان کے باپ دادا یا ان کے بیٹے یا ان کے بھائی یا ان کے خاندان والے ہی کیوں نہ ہوں یہی لوگ ہیں جن کے دلوں میں اللہ نے ایمان کو لکھ دیا اور ان کی اپنی روح (جبریل امین علیہ الصلوۃ والسلام) کے ذریعے مدد کی اور انہیں ایسی جنتوں میں داخل کرے گا جن کے نیچے نہریں بہتی ہیں جن میں وہ ہمیشہ رہیں گے اللہ ان سے راضی ہو گیا اور وہ اس سے راضی ہو گئے یہی اللہ کی جماعت ہے خبر دار سن رکھو اللہ کی جماعت ہی کامیاب ہونے والی ہے''۔

اس آیت کی بناء پر کسی مسلمان کے لئے جائز نہیں کہ وہ کسی کافر سے تعلقات قائم کرے جیسے اس کے لئے طاغوت سے تعلقات قائم کرنا جائز نہیں ہے کیونکہ ہمیں طاغوت کے ساتھ کفر کرنے اور اس سے بیزاری کا اظہار کرنے کا حکم دیا گیا ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

فَمَنۡ يَّكۡفُرۡ بِالطَّاغُوۡتِ وَ يُؤۡمِنۡۢ بِاللّٰهِ فَقَدِ اسۡتَمۡسَكَ بِالۡعُرۡوَةِ الۡوُثۡقٰى لَا انۡفِصَامَ لَهَا وَ اللّٰهُ سَمِيۡعٌ عَلِيۡمٌ. (بقرہ:256)

''پس جو طاغوت کا انکار کرے گا اور اللہ پر ایمان لائے گا یہی تو وہ شخص ہے جس نے ایسے مضبوط کڑے کو تھام لیا جو ٹوٹتا نہیں اور اللہ سننے والا جاننے والا ہے''۔

اس آیت کی روشنی میں مومن وہ ہے جو اللہ پر ایمان لائے اور طاغوت کے ساتھ کفر کرے اس کے برعکس کافر جبت (بت یا جادو وغیرہ) اور طاغوت پر ایمان رکھتا ہے اور اللہ کا انکار کرتا ہے۔ جیسا کہ فرمایا:

وَ الَّذِيۡنَ كَفَرُوۡۤا اَوۡلِيٰٓـئُهُمُ الطَّاغُوۡتُ يُخۡرِجُوۡنَهُمۡ مِّنَ النُّوۡرِ اِلَى الظُّلُمٰتِ اُولٰٓئِكَ اَصۡحٰبُ النَّارِ هُمۡ فِيۡهَا خٰلِدُوۡنَ. (بقرة:257)

''اور جن لوگوں نے کفر کیا ان کے دوست طاغوت ہیں جو انہیں روشنی سے نکال کر اندھیروں میں لے جاتے ہیں یہ لوگ جہنمی ہیں جس میں ہمیشہ رہنے والے ہیں''۔

نیز فرمایا:

اَلَمۡ تَرَ اِلَی الَّذِیۡنَ اُوۡتُوۡا نَصِیۡبًا مِّنَ الۡکِتٰبِ یُؤۡمِنُوۡنَ بِالۡجِبۡتِ وَ الطَّاغُوۡتِ وَ یَقُوۡلُوۡنَ لِلَّذِیۡنَ کَفَرُوۡا ہٰۤؤُلَآءِ اَہۡدٰی مِنَ الَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡا سَبِیۡلًا. (نساء:51)

''کیا آپ ان لوگوں (یہودیوں) کو نہیں دیکھتے جنہیں کتاب (تورات) کا حصہ دیا گیا وہ جبت (جادو) اور طاغوت پر ایمان لاتے ہیں اور کافروں (مشرکین ومنافقین) کے متعلق کہتے ہیں کہ یہ ایمان والوں سے زیادہ راہ یافتہ ہیں''۔

شیخ الاسلام امام ابن تیمیہ رحمہ اللہ مجموع الفتاویٰ (538/7) میں فرماتے ہیں: ''معلوم ہوا کہ طاغوت پر ایمان بھی لایا جاتا ہے اور اس کے ساتھ کفر بھی کیا جاتا ہے''۔

میں کہتا ہوں کہ: طاغوت پر ایمان لانے والے کافر اور اس کا انکار کرنے والے مومن ہیں ایسے ہی طاغوت کی راہ میں قتال بھی کیا جاتا ہے سو طاغوت کی راہ میں قتال کرنے والے کافر ہیں جبکہ اہل ایمان اللہ کی راہ میں قتال کرتے ہیں نہ کہ شیطان اور طاغوت کی راہ میں جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

اَلَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡا یُقَاتِلُوۡنَ فِیۡ سَبِیۡلِ اللّٰہِ وَ الَّذِیۡنَ کَفَرُوۡا یُقَاتِلُوۡنَ فِیۡ سَبِیۡلِ الطَّاغُوۡتِ فَقَاتِلُوۡۤا اَوۡلِیَآءَ الشَّیۡطٰنِ اِنَّ کَیۡدَ الشَّیۡطٰنِ کَانَ ضَعِیۡفًا. (نساء:76)

''ایمان والے لوگ اللہ کی راہ میں لڑتے ہیں اور کافر لوگ طاغوت کی راہ میں لڑتے ہیں سو (اے اہل ایمان) تم شیطان کے دوستوں سے لڑو کیونکہ شیطان کا داؤ انتہائی کمزور ہے''۔

میں کہتا ہوں: جو لوگ طاغوت پر ایمان لاتے ہیں وہی اس کے مددگار اور معاون بھی ہیں اور اس کی راہ میں لڑنے والے اس کی سپاہ اور اس کے لشکر اور اس کے مددگار ہیں۔

طاغوت کے مددگاران کی کچھ اقسام ہیں

① **باتوں کے ذریعے اس کی مدد کرنے والے:** یعنی جو لوگ باتوں اور اقوال کے ذریعے

طاغوت کی مدد کرتے ہیں ان میں سرفہرست وہ نام نہاد علماءِ سوء ہیں جو کافر حکام کے حق میں شریعت اسلامیہ کا دائرہ وسیع تر کر دیتے ہیں اور ان پر کفر کے الزام کا دفاع کرتے ہیں اور جو مسلمان مجاہدین ان کے خلاف بغاوت کریں انہیں بے وقوف اور خارجی اور گمراہ قرار دیتے ہیں ان کے ذریعے حکام کو خوب بے وقوف بناتے ہیں۔ نیز اس قسم میں وہ رائٹرز، صحافی اور رپورٹر بھی شامل ہیں جو بذاتِ خود یہ خدمت سرانجام دیتے ہیں۔

② **عملی طور پر مدد کرنے والے:** ان میں سرفہرست کافر حکام کے سپاہی ہیں خواہ فوجی ہوں یا پولیس آفیسر ہوں یا رنگروٹ یہ سب ان ممالک کے دستور اور قانون کے مطابق چند امور کے لئے تیار کئے جاتے ہیں:

(1): مملکت کے عام نظام کی حفاظت: یعنی اپنی طرف سے بنائے گئے دساتیر (جمع دستور) اور قوانین پر عمل کروانا اور ان کی خلاف ورزی یا ان کے خلاف آواز اٹھانے والوں کو سزائیں دینا۔

(2): دستوری قانونی شکل (آئین) کی حفاظت کرنا: گویا یہ کافر ہی کی حفاظت کرتا ہے کیونکہ یہ ان کے نزدیک دستور کے مطابق ایک قانونی حاکم شمار کیا جاتا ہے کیونکہ اس کا تقرر اور قیام وضعی دستور (انسانوں کے بنائے ہوئے قوانین کا مجموعہ) میں بیان کردہ اقدامات کے عین مطابق ہوتا ہے۔

(3): قانون کی حکمرانی کو یقینی بنانا: یعنی دستور اور قانون کو نافذ العمل کرنا نیز وہ فیصلہ جات جو طاغوتی دستوری عدالتیں صادر کرتی ہیں انہیں نافذ کرنا بھی اسی میں داخل ہے۔

قول اور فعل کے ذریعے طاغوت کے ان مددگاروں میں ہمارے ذکر کردہ افراد کے علاوہ ہر وہ شخص بھی شامل ہے جو اپنے قول وفعل کے ذریعے اس کی مدد کرے حتی کہ اگر کسی دوسرے ملک کی حکومت بھی اس کی مدد کرے تو اس کا بھی یہی حکم ہے یہ ہیں طاغوت اور اس کے مددگار۔(الجامع فی طلب العلم الشریف ازعبدالقادر عبدالعزیز ص :544)

نیز حامیان ومددگاران طاغوت اس کے دفاع اور اس کی حاکمیت کو برقرار رکھنے کی خاطر جان کی بازی تک لگا دیتے ہیں اور حقیقت بھی یہی ہے کہ کفر وگمراہی کے امام اور سربرآوردہ شخصیات ان

حامیوں اور مددگاروں کے بغیر کسی بھی جگہ پنپ ہی نہیں سکتے جب تک کہ وہ کفر، ظلم وفساد اور گمراہی پر ان کی مدد وحمایت نہ کریں لہٰذا طاغوت کے یہ مددگار ہی درحقیقت ان حکام کے (جو اللہ کے نازل کردہ قانون کے مطابق حکومت نہیں چلاتے) مقرب، حاشیہ برداراور خاص لوگ ہوئے یہی انہیں (''زبانیہ'' ان فرشتوں کو کہتے ہیں جو لوگوں کو جہنم کی طرف گھسیٹ کرلے جائیں گے) جہنم میں گھسیٹ کرلے جائیں گے اور ان حامیوں ومددگاروں میں وہ تمام لوگ شامل ہیں جو اپنے اقوال کے ذریعے ان کی حمایت کرتے ہیں مثلاً علماءسوء (درباری ملا) بعض صحافی، رپورٹرز جو ان کے کارناموں اور ترقیاتی منصوبوں کا خوب ڈھنڈوراپیٹتے ہیں اور وہ شعراء، ادباءاور رائٹرز بھی کہ جن کی زبانیں اور قلم ہر وقت ان کی تعریفات میں تر رہتے ہیں جو ان کے عدل واستقامت کی داستانیں وضع کرتے ہیں اور ان کی حمایت میں لوگوں سے جھوٹ بیان کرکے انہیں شکوک وشبہات میں مبتلا کردیتے ہیں۔ نیز انہیں مشوروں سے نوازنے والے اور ان کی حوصلہ افزائیاں کرنے والے بھی اسی قبیل میں شامل ہیں جو لوگوں کو حقائق سے گمراہ کردیتے ہیں اور اس قسم میں بیان کردہ لوگ بہت زیادہ ہیں اللہ ان میں اضافہ نہ کرے۔ (آمین)

اور ان مددگاروں وحامیوں میں وہ لوگ بھی برابر کے شریک ہیں جو عملی طور پر ان کی مدد وحمایت کرتے ہیں مثلاً فوجی، سپاہی، فورسز، اسپیشل فورسز، جمہوریت پسند، امن قام کرنے والے اور سراغ رساں افراد، پولیس، وزراء، لیڈرز، اور وہ ارکان سلطنت جن سے مرتد حکام خفیہ ریاستی امور میں مشاورت کرتے ہیں یہ تمام طاغوت کے حامی اور مددگار ہیں جو نہ صرف اس کی بلکہ اس کی سلطنت، اس کے بنائے گئے کفریہ قوانین ودستور کی بھی حفاظت کرتے ہیں اور یہی لوگ ہیں جو عوام الناس اور اللہ کے قانون کے مطابق حکومت کے درمیان سب سے بڑی رکاوٹیں ہیں بلکہ یہ لوگ تو طاغوت اور طاغوتی نظام کے دفاع اور حفاظت میں سردھڑ کی بازیاں لگادیتے ہیں اور اس کی مخالفت کرنے والوں اور اس کے خلاف بغاوت کرنے والوں پر غداری کا الزام لگا کر انہیں سزائے موت دیتے ہیں ۔اگر یہ سب نہ ہوتے تو وہ مرتد حکام بھی نہ ہوتے یہ ان کی بقاءاور ان کی حکومت کی بقاء کی ضمانت ہیں

یہی اصل سبب ہیں سو جب ان حکام کو مرتد اور کافر قرار دیا جاتا ہے کیونکہ وہ اللہ کے نازل کردہ قانون کے مطابق حکومت نہیں کرتے تو ہر وہ شخص جو ان کی کسی بھی طرح مادی یا معنوی مدد یا حمایت کرے یا کسی بھی طرح ان کا دفاع کرے وہ بھی انہی کی طرح کافر و مرتد ہوا کیونکہ یہی طاغوت اور طاغوتی نظام کا (بلاواسطہ) اولین حامی و مددگار ہے اور مسلمانوں پر ان کے ملکوں میں ان مرتد حکام کے وضع کردہ کفریہ قوانین کو نافذ کر کے ان ملکوں میں کفر بواح (ایسا کفر جو انسان کو اسلام کی حدود سے نکال دیتا ہے) کو ظاہر کرنے کا اولین سبب ہے۔ اور فقہاء جانتے ہیں کہ کسی بھی شئے سے بلاواسطہ تعلق رکھنے والے اور اس شئے کا سبب بننے والے کا بھی شرعاً وہی حکم ہوتا ہے جو خود اس شئے کا ہوتا ہے۔ لہٰذا اس اصول کی رو سے طاغوت کے حامی، مددگار، معاونین بھی طاغوت اور اس کی طرح کافر و مرتد ہوئے علاوہ ازیں کتاب و سنت میں موجود دلائل سے بھی یہی ثابت اور متحقق ہوتا ہے۔

انصارانِ (مددگاران/ حامیان) طاغوت کے "کفر" کے دلائل

اولا قرآن کریم سے:

(واضح رہے کہ کسی بھی مسئلے کا شرعی حکم معلوم کرنے کے تین ذرائع ہیں۔(۱): قرآن کریم ۔(۲): سنت ثابتہ ۔(۳): اجماع۔ اور مؤلف رحمہ اللہ / حفظہ اللہ نے ان تینوں سے ناقابل تردید دلائل ذکر کیے ہیں)۔

① اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے فرمایا:

فَمَنْ يَّكْفُرْ بِالطَّاغُوْتِ وَ يُؤْمِنْۢ بِاللّٰهِ فَقَدِ اسْتَمْسَكَ بِالْعُرْوَةِ الْوُثْقٰى لَا انْفِصَامَ لَهَا۔ (بقرہ:256)

"پس جو طاغوت کے ساتھ کفر کرے گا اور اللہ پر ایمان لائے گا تو اس نے مضبوط کڑے کو پکڑ لیا جو ٹوٹ نہیں سکتا"۔

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے ایمان کے صحیح ہونے کے لئے شرط رکھی کہ طاغوت کے ساتھ کفر کیا جائے، لہٰذا جو طاغوت کے ساتھ کفر نہیں کرتا اس کا اسلام سے کوئی تعلق نہیں الّا یہ کہ وہ طاغوت کے

ساتھ کفر کردے اور طاغوت کا حامی اور مددگار طاغوت کے ساتھ کفر نہیں کرتا۔لہٰذا یہ اس پر ایمان لانے والا ہوا اور طاغوت کے ساتھ کفر نہ کرنے والا اور اس پر ایمان لانے والا ''کافر'' ہے۔

② فرمایا: اَللّٰهُ وَلِيُّ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا يُخْرِجُهُمْ مِّنَ الظُّلُمٰتِ اِلَى النُّوْرِ وَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْٓا اَوْلِيٰٓـؤُهُمُ الطَّاغُوْتُ يُخْرِجُوْنَهُمْ مِّنَ النُّوْرِ اِلَى الظُّلُمٰتِ اُولٰٓئِكَ اَصْحٰبُ النَّارِ هُمْ فِيْهَا خٰلِدُوْنَ. (بقرة:257)

''اللہ مومنوں کا دوست ہے انہیں اندھیروں سے روشنی میں نکالتا ہے اور کافروں کے دوست طاغوت ہیں جو انہیں روشنی سے اندھیروں میں لے جاتے ہیں یہی جہنمی ہیں اس میں ہمیشہ رہیں گے''۔

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے واضح طور پر فرمایا کہ طاغوت کے دوست کافر ہیں، دوست سے اس کے محبوب، اس کے معاونین و مددگار و حامی مراد ہیں ثابت ہوا کہ جو بھی طاغوت کا حامی ہو یا مددگار وہ بھی انہی کی طرح کافر ہے۔

③ فرمایا: بَشِّرِ الْمُنٰفِقِيْنَ بِاَنَّ لَهُمْ عَذَابًا اَلِيْمَا، ۙالَّذِيْنَ يَتَّخِذُوْنَ الْكٰفِرِيْنَ اَوْلِيَآءَ مِنْ دُوْنِ الْمُؤْمِنِيْنَ اَيَبْتَغُوْنَ عِنْدَهُمُ الْعِزَّةَ فَاِنَّ الْعِزَّةَ لِلّٰهِ جَمِيْعًا. (نساء:138-139)

''اے نبی منافقوں کو خوشخبری دے دیں کہ ان کے لئے دردناک عذاب ہے یہ وہ لوگ ہیں جو مومنوں کو چھوڑ کر کافروں کو دوست بناتے ہیں کیا وہ ان کے پاس بلند مرتبہ چاہتے ہیں تو یقیناً ساری کی ساری عزت محض اللہ کے لئے ہے''۔

اس آیت میں منافقین کی صفات بیان کی گئی ہیں کہ وہ مومنوں کو چھوڑ کر کافروں کو دوست بناتے ہیں اور طاغوت کے مددگار و حامی طاغوت کے دوست بھی ہوتے ہیں جیسا کہ واضح ہے لہٰذا طاغوت کے مددگار اور حامی منافقین کی طرح اور یہ دونوں کفر میں برابر سرابر ہوئے۔

④ فرمایا: لَا يَتَّخِذِ الْمُؤْمِنُوْنَ الْكٰفِرِيْنَ اَوْلِيَآءَ مِنْ دُوْنِ الْمُؤْمِنِيْنَ وَ مَنْ يَّفْعَلْ

ذٰلِکَ فَلَیْسَ مِنَ اللهِ فِیْ شَیْءٍ اِلَّآ اَنْ تَتَّقُوْا مِنْهُمْ تُقٰةً وَ اِلَی اللهِ الْمَصِیْرُ.

''مومن لوگ مومنوں کو چھوڑ کر کافروں کو دوست نہ بنائیں اور جس نے ایسا کیا وہ اللہ کی جانب سے کسی بھی شئے میں نہیں الاّ یہ کہ تم ان سے بچ کر رہو اور اللہ تمہیں اپنے آپ سے ڈراتا ہے اور اللہ ہی کی طرف لوٹ کر جانا ہے''۔(آل عمران:28)

یہ آیت بھی طاغوت کے حامیوں اور مددگاروں کے کافر ہونے پر دلیل ہے جیسا کہ فرمایا کہ ''وہ اللہ کی جانب سے کسی بھی شئے میں نہیں'' یعنی وہ اللہ سے اور اللہ اس سے بری ہے کیونکہ وہ مرتد ہو کر کفر میں داخل ہو چکا ہے۔ مذکورہ تفسیر رئیس المفسرین ابن جریر الطبری رحمہ اللہ نے بیان کی ہے۔(الطبری:228/3)

نیز اس آیت کے سبب نزول کے متعلق شیخ الاسلام امام ابن تیمیہ رحمہ اللہ منہاج السنۃ النبویۃ (228/3) طبع مکتبہ ابن تیمیہ میں فرماتے ہیں کہ مقاتل بن حیان اور مقاتل بن سلیمان دونوں سے منقول ہے کہ یہ آیت حاطب بن ابی بلتعہ رضی اللہ عنہ وغیرہ کے متعلق نازل ہوئی جو کفار مکہ سے اظہار محبت کرتے تھے، تو اللہ نے انہیں اس سے روک دیا۔

⑤ فرمایا: یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تَتَّخِذُوا الْیَهُوْدَ وَ النَّصٰرٰۤی اَوْلِیَآءَ بَعْضُهُمْ اَوْلِیَآءُ بَعْضٍ وَ مَنْ یَّتَوَلَّهُمْ مِّنْكُمْ فَاِنَّهٗ مِنْهُمْ اِنَّ اللهَ لَا یَهْدِی الْقَوْمَ الظّٰلِمِیْنَ. (المائدۃ:51)

''اے ایمان والو یہود و نصاریٰ کو دوست نہ بنانا وہ آپس میں ایک دوسرے کے دوست ہیں اور تم میں سے جو انہیں دوست بنائے گا وہ انہی میں سے ہوگا اور اللہ ظالموں کو یقیناً ہدایت نہیں دیتا ہے''۔

اس آیت سے استدلال یہ ہے کہ چونکہ طاغوتی حکمران یہود و نصاریٰ کو دوست بناتے ہیں لہٰذا انہی کی طرح کافر ہوئے جیسا کہ فرمایا: ''اور تم میں سے جو انہیں دوست بنائے گا وہ انہی میں سے ہوگا'' اور جو یہود و نصاریٰ کے دوستوں کو دوست بنائے وہ بھی اسی سلسلہ دوستی میں داخل ہوا معلوم ہوا کہ طاغوت

کے مددگار بھی کافر ہیں کیونکہ طاغوت کے دوست ہیں۔ اس طرح یہ سب اللہ تعالیٰ کے فرمان ''اور تم میں سے جو انہیں دوست بنائے وہ انہیں میں سے ہوگا'' کے عموم کے تحت داخل ہوئے۔

نیز امام ابن جریر اس آیت کی تفسیر میں فرماتے ہیں: ''اور جو بھی مومنوں کے سوا یہود و نصاریٰ کو دوست بنائے گا وہ انہی میں سے ہوگا۔ اللہ تعالیٰ کی مراد ہے کہ جو انہیں دوست بنائے اور مومنوں کے خلاف ان کی مدد کرے تو وہ انہی کے دین کا ماننے والا ہوا کیونکہ کسی کو دوست بنانے والا اسی کے دین کو ماننے والا ہوتا ہے اور اس کی ہر بات سے راضی ہوتا ہے تو جب وہ اس سے اور اس کے دین سے راضی ہوگیا تو لامحالہ جس سے وہ اختلاف و ناراضگی رکھتا ہے یہ بھی اس کے مخالف ہی شمار ہوا لہٰذا جو حکم اس کا ہے وہی حکم اس سے دوستی کرنے والے کا بھی ہوا۔ (تفسیر طبری: 277/6)

⑥ فرمایا: يَآيُّهَا الَّذِيْنَ امَنُوْا لَا تَتَّخِذُوا الَّذِيْنَ اتَّخَذُوْا دِيْنَكُمْ هُزُوًا وَّ لَعِبًا مِّنَ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ مِنْ قَبْلِكُمْ وَ الْكُفَّارَ اَوْلِيَآءَ وَاتَّقُوا اللّٰهَ اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ. (مائدة: 57)

''اے ایمان والو تم سے پہلے جن لوگوں کو کتاب (توراۃ، انجیل) دی گئی انہیں اور کفار کو جو کہ تمہارے دین کو مذاق اور کھیل سمجھتے ہیں دوست نہ بناؤ اور اللہ سے ڈرو اگر تم واقعی مومن ہو''۔

اس آیت سے معلوم ہوا کہ ان لوگوں کو دوست بنانا کفر ہے جو دینِ اسلام کو کھیل اور مذاق سمجھیں اور لوگوں میں سب سے زیادہ یہ کام طاغوت کرتا ہے وہ اللہ کے دین کو کھیل اور مذاق بنالیتا ہے معنی یہ ہوا کہ طاغوت کے حامی و مددگار اسی کی طرح کافر ہیں۔

نیز فضیلۃ الشیخ عبداللطیف بن عبدالرحمٰن آل شیخ رحمہ اللہ نے فرمایا: ''اللہ تعالیٰ کے فرمان ''اور اللہ سے ڈرو اگر تم واقعی مومن ہو'' میں غور کیجئے اس لفظ یعنی اِنْ (اگر) جو کہ شرط کے لئے آتا ہے کا تقاضا ہے کہ جب شرط (یعنی اگر تم واقعی مومن ہو) کی نفی ہوجائے تو جواب شرط (اس جملے سے پہلے والے الفاظ جن میں اہل کتاب اور کفار کے ساتھ دوستی لگانے سے منع کیا گیا ہے) کی بھی نفی ہوجاتی ہے پھر معنی یہ بنتا

ہے کہ جو انہیں دوست بنائے وہ مومن نہیں ہے''۔(الدرر السنیة:288/8)

⑦ فرمایا: وَ لَوۡ كَانُوۡا يُؤۡمِنُوۡنَ بِاللّٰهِ وَ النَّبِيِّ وَ مَآ اُنۡزِلَ اِلَيۡهِ مَا اتَّخَذُوۡهُمۡ اَوۡلِيَآءَ وَلٰكِنَّ كَثِيۡرًا مِّنۡهُمۡ فٰسِقُوۡنَ.(المائدة:81)

''اور اگر وہ واقعی اللہ اور نبی اور جو اللہ نے اس کی طرف نازل کیا پر ایمان رکھتے تو انہیں دوست نہ بناتے لیکن ان کی اکثریت فاسق ہے''۔

شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ مجموع الفتاویٰ (17/7) میں فرماتے ہیں: ''اللہ تعالیٰ نے یہاں جملہ شرطیہ ذکر کیا یعنی جب یہ شرط پائی جائے تو مشروط بھی پایا جائے گا اور حرف شرط لَوۡ ''اگر'' ہے جس کا تقاضا ہے شرط کی نفی ہو تو مشروط کی بھی نفی ہو جائے فرمایا کہ ''اور اگر وہ واقعی اللہ اور نبی اور جو اللہ نے اس کی طرف نازل کیا پر ایمان رکھتے ہوتے تو ان کو دوست نہ بناتے'' یہ طرز اس بات کی دلیل ہے کہ ''ایمان مذکور'' ''انہیں دوست بنانے کی نفی کرتا ہے اور اس کی ضد ہے لہٰذا کسی دل میں ایمان اور ''انہیں دوست بنانا'' جمع نہیں ہو سکتے۔

اور اس آیت سے اس بات کی دلیل کہ طاغوت کے حامی و مددگار بھی انہی کی طرح کافر ہیں یہ ہے کہ اگر وہ واقعی اللہ اور نبی اور قرآن پر ایمان رکھتے ہوتے تو طاغوت کو دوست نہ بناتے، ان کا مومنوں کو چھوڑ کر انہیں دوست بنانا، ان سے ایمان کی نفی کر رہا ہے کیونکہ کسی مومن کے دل میں ایمان اور طاغوت سے دوستی جمع نہیں ہو سکتے۔

⑧ فرمایا: وَ الَّذِيۡنَ كَفَرُوۡا بَعۡضُهُمۡ اَوۡلِيَآءُ بَعۡضٍ اِلَّا تَفۡعَلُوۡهُ تَكُنۡ فِتۡنَةٌ فِي الۡاَرۡضِ وَفَسَادٌ كَبِيۡرٌ.(انفال:73)

''اور جن لوگوں نے کفر کیا وہ آپس میں ایک دوسرے کے دوست ہیں اگر تم نے ایسا نہ کیا تو زمین میں فتنہ اور بڑا افساد ہوگا''۔

یہ آیت بڑی واضح ہے کہ کافروں سے دوستی کرنے والے انہی میں سے ہیں انہی کی طرح برابر سرابر کافر ہیں اسی لئے فرمایا ''وہ آپس میں ایک دوسرے کے دوست ہیں'' لہٰذا طاغوت کے حامی و مددگار

جب تک ان کے دوست ہیں تو کفر میں بھی انہی کی طرح ہیں کیونکہ اللہ نے کافروں کو ایک دوسرے کا دوست قرار دیا ہے اور مومنوں سے ان کی دوستی کا تعلق کاٹ ڈالا ہے اور اللہ کا یہ فرمان کہ ''اگر تم نے ایسا نہ کیا تو زمین میں فتنہ اور بڑا فساد ہوگا'' اس کی تفسیر میں فضیلۃ الشیخ عبداللطیف بن عبدالرحمٰن بن حسن آل شیخ رحمہ اللہ فرماتے ہیں: ''فتنے سے سوائے شرک کے کچھ اور مراد نہیں لیا جا سکتا اور بڑے فساد سے مراد ہے اسلام کی گرہ کھول دینا اور اللہ نے قرآن میں جو احکامات اور نظام دیا ہے اسے توڑ ڈالنا''۔(الدرر السنیۃ:326/8)

(نیز ''اگر تم نے ایسا نہ کیا'' سے مراد ہے کہ اگر تم نے اس کے مطابق نہ کیا یعنی چونکہ کفار باہم دوست ہیں لہٰذا تم انہیں دوست نہ بناؤ اور اگر تم نے انہیں دوست بنایا تو فتنہ وفساد ہوگا۔ واللہ اعلم ۔مترجم)

⑨ فرمایا: **اِنَّ الَّذِيْنَ ارْتَدُّوْا عَلٰٓى اَدْبَارِهِمْ مِّنْۢ بَعْدِ مَا تَبَيَّنَ لَهُمُ الْهُدَى الشَّيْطٰنُ سَوَّلَ لَهُمْ وَ اَمْلٰى لَهُمْ،ذٰلِكَ بِاَنَّهُمْ قَالُوْا لِلَّذِيْنَ كَرِهُوْا مَا نَزَّلَ اللّٰهُ سَنُطِيْعُكُمْ فِيْ بَعْضِ الْاَمْرِ وَاللّٰهُ يَعْلَمُ اِسْرَارَهُمْ**.(محمد:25-26)

''بے شک جو لوگ اپنی پشتوں کے بل مرتد ہو گئے جبکہ ان کے لئے ہدایت واضح ہو چکی تھی درحقیقت شیطان نے انہیں خوشنما کر کے دکھایا اور اس نے انہیں آسرے دیے اس کی وجہ یہ بنی کہ انہوں نے ان لوگوں سے جو اللہ کے نازل کردہ کو ناپسند کرتے تھے کہا کہ عنقریب بعض معاملات میں ہم تمہاری بات مان لیں گے حالانکہ اللہ ان کے دلوں کے راز تک جانتا ہے''۔

اس آیت سے استدلال یہ ہے کہ مرتدین ان لوگوں سے جو اللہ کا نازل کردہ دین ناپسند کرتے تھے کہا کہ ''بعض معاملات میں ہم عنقریب تمہاری بات مان لیں گے'' تو جب وہ بعض معاملات میں ان کی اطاعت کرنے کے سبب مرتد قرار پائے جبکہ انہوں نے تمام معاملات میں ان کی اطاعت نہ کی تو جو تمام معاملات میں ان کی اطاعت کرنے بلکہ ان کی مدد اور ان کے ساتھ تعاون کرنے اور انہیں

سہارا دے اور ان کی بادشاہت وریاست کو مضبوط کرے اور ان کی مکمل حمایت کرے جو ایسا ہو تو وہ بالا ولیٰ کافر و مرتد ہوا۔

⑩ فرمایا: يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْۤا اِنْ تُطِيْعُوا الَّذِيْنَ كَفَرُوْا يَرُدُّوْكُمْ عَلٰۤى اَعْقَابِكُمْ فَتَنْقَلِبُوْا خٰسِرِيْنَ بَلِ اللّٰهُ مَوْلٰكُمْ وَ هُوَ خَيْرُ النّٰصِرِيْنَ.(آل عمران:149-150)

''اے ایمان والو اگر تم کافروں کی اطاعت کرنے لگے تو وہ تمہیں تمہاری ایڑیوں کے بل پلٹا دیں گے بلکہ اللہ ہی تمہارا مددگار ہے اور وہ بہترین مددگار ہے''۔

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے یہ بتایا کہ اگر مومن کفار کی اطاعت کرنے لگے تو وہ انہیں مرتد بنا کر ہی چھوڑیں گے کیونکہ ان کی چاہت ہی یہ ہے کہ وہ انہی کی طرح کفر کرنے لگیں اسی لئے اللہ نے ان کی اطاعت کی اجازت نہ دی، اس کے بعد فرمایا کہ اللہ تعالیٰ ہی ان کا مددگار ہے اور بہترین مددگار ہے تو معلوم ہوا کہ کافروں کی اطاعت کرنا اسلام سے مرتد ہو جانا ہے جیسا کہ فرمایا ''وہ تمہیں تمہاری ایڑیوں کے بل پھیر دیں گے''۔

⑪ فرمایا: اَلَمْ تَرَ اِلَى الَّذِيْنَ نَافَقُوْا يَقُوْلُوْنَ لِاِخْوَانِهِمُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا مِنْ اَهْلِ الْكِتٰبِ لَئِنْ اُخْرِجْتُمْ لَنَخْرُجَنَّ مَعَكُمْ وَ لَا نُطِيْعُ فِيْكُمْ اَحَدًا اَبَدًا وَّ اِنْ قُوْتِلْتُمْ لَنَنْصُرَنَّكُمْ وَ اللّٰهُ يَشْهَدُ اِنَّهُمْ لَكٰذِبُوْنَ.(حشر:10)

''کیا آپ منافقوں کو نہیں دیکھتے کہ وہ اپنے کافر اہل کتاب بھائیوں سے کہتے ہیں اگر تمہیں جلاوطن کیا گیا تو ہم بھی تمہارے ساتھ نکل پڑیں گے اور تمہارے سلسلے میں ہم کسی کی بھی ہرگز اطاعت نہ کریں گے اور اگر تم سے مقابلہ کیا گیا تو ہم تمہاری مدد ضرور کریں گے اور اللہ گواہی دیتا ہے کہ وہ جھوٹ بولتے ہیں''۔

اس آیت سے معلوم ہوا کہ منافقین کافروں کے بھائی ہوتے ہیں کیونکہ وہ انہیں خفیہ طور پر وعدے دیتے ہیں کہ وہ مسلمانوں سے مقابلے کی صورت میں ان کے ساتھ مقابلے میں نکلیں گے اور ان کے سوا کسی کی نہیں مانیں گے اور جنگ وجدال میں ان کی مدد بھی کریں گے۔ یہ سب خفیہ وعدوں کی صورت

میں ہے اس کے باوجود اللہ تعالیٰ نے اسے نفاق اور کفر شمار کیا تو صدقِ دل سے اعلانیہ اس کا نہ صرف اظہار کرے بلکہ اس پر جان کی بازی بھی لگا دے تو وہ منافق اور کافر کیوں نہ ہو؟ اہم بات یہ ہے کہ طاغوت کے دوست، مددگار، حامی سب ہی کافر ہیں کیونکہ شیطان کے دوستوں کی راہ میں لڑ رہے ہوتے ہیں۔ (العیاذ باللہ من ذلک)

⑫ فرمایا: وَ لَا تَرْكَنُوْٓا اِلَى الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا فَتَمَسَّكُمُ النَّارُ وَ مَا لَكُمْ مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ مِنْ اَوْلِيَآءَ ثُمَّ لَا تُنْصَرُوْنَ.(ھود:113)

''اوران لوگوں کی طرف جھکاؤ مت رکھو جنہوں نے ظلم ڈھائے پس تمہیں آگ لگ جائے گی اور اللہ کے سوا تمہارے کوئی دوست نہیں پھر تمہاری مدد بھی نہ کی جائے گی''۔

اس آیت میں ظالموں کی طرف رکون (معمولی جھکاؤ) پر شدید ترین وعید بیان کی گئی ہے جبکہ یہ مداہنت (مکمل میلان، چاپلوسی) کی ایک نوع ہے تو جو ان کے کفر پر ان کی اتباع کرے اور ان کے کاموں سے خوش ہو اور ان کے ساتھ تعاون کرے، ان سے محبت اور ان کی مدد کرے اللہ کی قسم وہ کفر میں اس وقت تک انہی کی مثل ہے جب تک ان کے کاموں پر راضی رہے۔ نیز اللہ کے اس فرمان ''اور اللہ کے سوا تمہارے کوئی دوست نہیں پھر تمہاری مدد بھی نہ کی جائے گی'' پر غور روفکر کریں کہ ظالموں کی طرف میلان رکھنے اور مدد مانگنے والوں تک سے اللہ نے اپنی دوستی اور مدد کا تعلق ختم کر ڈالا، تو جو انہیں نہ صرف دوست بنائے بلکہ ان کی مدد بھی کرے مثلاً طاغوت کے مددگار اور حامی وہ اللہ کی دوستی اور مدد کے مستحق کیونکر ہو سکتے ہیں۔

⑬ فرمایا: يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اِنْ تُطِيْعُوْا فَرِيْقًا مِّنَ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ يَرُدُّوْكُمْ بَعْدَ اِيْمَانِكُمْ كٰفِرِيْنَ، وَ كَيْفَ تَكْفُرُوْنَ وَ اَنْتُمْ تُتْلٰى عَلَيْكُمْ اٰيٰتُ اللّٰهِ وَ فِيْكُمْ رَسُوْلُهٗ وَ مَنْ يَّعْتَصِمْ بِاللّٰهِ فَقَدْ هُدِيَ اِلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ.(آل عمران:100-101)

''اے ایمان والو اگر تم اہل کتاب کے ایک گروہ کی اطاعت کرو گے تو وہ تمہیں تمہارے ایمان لانے کے بعد کافر بنا دیں گے اور تم کیونکر کفر کر سکتے ہو جبکہ تم پر اللہ کی آیات تلاوت

کی جاتی ہیں اور تم میں اس کا رسول موجود ہے اور جو اللہ کے ساتھ مضبوط تعلق قائم کرے گا وہی صراط مستقیم کی طرف ہدایت دیا گیا ہے"۔

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے یہ بتایا ہے کہ اگر اہل ایمان اہل کتاب کی اطاعت کرنے لگ جائیں تو وہ انہیں مرتد بنا کر رہیں گے پھر یہ بتایا ہے کہ مومن کیونکر کفر کر سکتے ہیں (یعنی ان کے لئے کفر کرنا کیونکر جائز ہوسکتا ہے) جبکہ اللہ انہیں ایمان کی راہ دکھا چکا ہے اور ان میں اللہ کے رسول ﷺ بھی موجود ہیں جو ان پر اللہ کی آیات پڑھتے ہیں؟ پھر فرمایا کہ "اور جو اللہ کے ساتھ مضبوط تعلق قائم کرے گا وہی صراط مستقیم کی طرف ہدایت دیا گیا ہے" اس آیت سے معلوم ہوا کہ کافروں کی اطاعت کرنے والے اللہ کے ساتھ مضبوط تعلق قائم کرنے والے نہیں ہوتے کیونکہ کسی مومن کے دل میں "اللہ کے ساتھ مضبوط تعلق اور کفار کی اطاعت" جمع نہیں ہو سکتے۔

اس آیت سے ہمارے موقف پر استدلال یہ ہے کہ طاغوتی حکام اپنے یہود ونصاریٰ دوستوں کی خاص طور پر امریکہ کی اطاعت کرتے ہیں لہٰذا ان کا یہود ونصاریٰ کی اطاعت کرنا ہی اسلام سے مرتد ہوجانا ہے، تو جو یہود ونصاریٰ کے ان فرمانبرداروں کا اطاعت گذار ہو وہ بھی انہی کی طرح ہوا کیونکہ یہ سب ہی کفار کی اطاعت میں شریک ہوئے۔ (واللہ المو ید والموفق الصواب)

ثانیاً: سنت سے یعنی انصاران طاغوت کے کفر کے دلائل قرآن سے بیان کئے جانے کے بعد اب سنت سے بیان کئے جاتے ہیں

دلیل نمبر ① حسن بن محمد کہتے ہیں مجھے عبیداللہ بن ابی رافع نے خبر دی انہوں نے کہا کہ میں نے علی رضی اللہ عنہ کو یہ کہتے ہوئے سنا کہ: **بعثنی رسول اللہ ﷺ انا والزبیر والمقداد بن الاسود قال انطلقوا حتی تاتوا روضۃ خاخ فان بھا ظعینۃ ومعھا کتاب فخذوہ منھا. فانطلقنا تعادی بنا الخیل حتی انتھینا الی الروضۃ فاذا نحن بالظعینۃ فقلنا: اخرجی الکتاب، فقالت: مامعی من کتاب من کتاب فقلنا لتخرجن الکتاب او لتلقینا الثیاب فاخرجتہ من عقاصھا، فاتینا بہ رسول اللہ ﷺ فاذا فیہ من حاطب بن**

ابی بلتعة الی اناس من المشرکین من اهل مكة يخبرهم ببعض امر رسول الله ﷺ فقال رسول الله ﷺ يا حاطب ما هذا؟ قال يا رسول الله لا تعجل علی انی كنت امرا ملصقا فی قريش ولم اكن من انفسها وكان من معک من المهاجرين لهم قرابات بمكة يحمون بها اهليهم واموالهم فاحببت فاذا فاتنی ذلک من النسب فيهم ان اتخذ عندهم يدا يحمون بها قرابتی وما فعلت كفرا ولا ارتداد ولا رضا بالكفر بعد الاسلام فقال رسول الله ﷺ لقد صدقكم قال عمر يا رسول الله دعنی اضرب عنق هذا المنافق قال انه شهد بدرا وما يدريک لعل الله ان يكون قد اطلع علی اهل بدر فقال اعملوا ما شئتم فقد غفرت لكم. ''رسول اللہ ﷺ نے مجھے اور زبیر اور مقداد بن اسود کو بھیجا اور فرمایا جاؤ اور جب آڑ ویا یُلم کے باغ تک پہنچ جاؤ تو وہاں ایک بڑھیا ہوگی اور اس کے پاس ایک خط ہوگا وہ اس سے لے لو، ہم چلے گھوڑے ہمیں لے کر دوڑتے رہے حتی کہ ہم باغ تک پہنچ گئے تو ہمارے سامنے ایک بڑھیا تھی ہم نے کہا خط نکال اس نے کہا میرے پاس خط نہیں ہے، ہم نے کہا ت تو خط نکال دے وگرنہ ہم تیرے کپڑے اتار دیں گے، لہٰذا اس نے وہ خط اپنے موباف (بالوں کو باندھنے کا بند) سے نکال دیا، ہم وہ لے کر رسول اللہ ﷺ کے پاس آئے تو اس میں لکھا تھا ''حاطب بن ابی بلتعہ کی طرف سے مکہ کے مشرکین کی طرف'' وہ انہیں رسول اللہ ﷺ کی بعض باتوں کی خبر دے رہا تھا تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اے حاطب یہ کیا ہے؟ اس نے کہا یا رسول اللہ میرے خلاف فیصلے میں جلد بازی مت کیجئے گا واقعہ یہ ہے کہ میں قریش کے ساتھ آملا تھا جبکہ میں ان میں سے نہ تھا اور آپ کے ساتھ جو مہاجرین ہیں ان کی مکہ میں رشتہ داریاں ہیں جن کی بناء پر وہ (اہل مکہ) ان کے گھر بار کی حفاظت کرتے ہیں لہٰذا میں نے چاہا کہ میرا ان سے نسبی تعلق نہیں ہے چنانچہ میں ان پر کوئی احسان کردوں جس کی بناء پر وہ میرے قرابت داروں کی حفاظت کرتے رہیں اور میں نے ایسا کفر یا ارتداد کی بناء پر نہیں کیا اور نہ ہی اسلام لانے کے بعد کفر سے راضی ہوکر رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اس نے تم سے سچ کہا ہے۔ عمر رضی اللہ عنہ کہنے لگے یا رسول اللہ مجھے اجازت دیجئے میں اس منافق کی گردن

ماردوں آپ نے فرمایا یہ بدر میں شامل تھا اور تجھے کیا معلوم؟ شاید اللہ نے اہل بدر پر جھانکا اور فرمایا جو چاہو کرو میں نے تمہیں بخش دیا ہے۔(صحیح بخاری کتاب الجهاد والسير باب الجاسوس حديث نمبر 2845،باب اذا اضطر الرجل الى النظر فى شعور اهل الذمة والمومنات اذا عصين الله وتجريدهن حديث نمبر 2915،كتاب المغازى باب فضل من شهد بدرا حديث نمبر 3764،باب غزوة الفتح وما بعث به حاطب بن ابى بلتعة الى اهل مكة يخبرهم بغزوة النبى ﷺ حديث نمبر 4025،كتاب التفسير باب لاتتخذوا عدوى وعدوكم اولياء حديث نمبر4608،كتاب الاستئذان باب من نظر فى كتاب من يحذر على المسلمين ليستبين امره حديث نمبر 5904،كتاب استتابة المرتدين والمعاندين باب ماجاء فى المتأولين حديث نمبر 6546نیز صحيح مسلم كتاب فضائل الصحابة باب من فضائل اهل بدر رضی اللہ عنہم وقصة حاطب بن ابى بلتعة حديث نمبر 2494)

میں کہتا ہوں: کہ حاطب بن ابی بلتعہ رضی اللہ عنہ کا واقعہ اس بات کی دلیل ہے کہ کفار کی مدد کرنا، ان کے ساتھ تعاون کرنا اور مسلمانوں کے خلاف انہیں فتح مند کرنا کفر ہے اور دین سے مرتد ہو جانا ہے اور اس کی چند وجوہات ہیں:

پہلی وجہ: حاطب رضی اللہ عنہ کا یہ قول ہے کہ ''اور میں نے ایسا کفر یا ارتداد کی بناء پر نہیں کیا اور نہ ہی اسلام لانے کے بعد کفر سے راضی ہوکر'' صحیح بخاری باب فضل من شهد بدراً میں یہ الفاظ ہیں[**والله ما بى ان لا اكون مومنا بالله ورسوله** ﷺ] ''اللہ کی قسم مجھے کیا پڑی ہے کہ میں اللہ اور اس کے رسول ﷺ پر ایمان نہ رکھوں'' بخاری ہی میں باب غزوۃ الفتح میں یہ الفاظ ہیں[**ولم افعله ارتداد عن ديني ولا رضا بالكفر بعد الاسلام**] ''اور میں نے ایسا اپنے دین سے مرتد ہونے یا اسلام لانے کے بعد کفر کے ساتھ راضی ہونے کی بناء پر نہیں کیا'' اور بخاری ہی میں باب لاتتخذوا عدوى وعدوكم اولياء میں یہ الفاظ ہیں[**وما فعلت ذلک كفرا ولا ارتداد عن دينى**] ''اور میں نے ایسا اپنے دین سے کفر یا ارتداد کرتے ہوئے نہیں کیا'' اور بخاری ہی میں باب من نظر فى كتاب يحذر على المسلمين ليستبين امره میں یہ الفاظ ہیں[**ما بى ان لا اكون مومنا بالله ورسوله وما غيرت ولا بدلت**] ''مجھے کیا ہے کہ میں اللہ اور اس کے رسول پر ایمان رکھنے والا نہ بنوں اور میں نہ بدلا ہوں نہ ہی میں نے کچھ بدلا ہے'' اور بخاری ہی میں باب ماجاء فی المتأولین میں یہ الفاظ ہیں[**يا رسول الله**

مالی ان لا اکون مومنا باللہ ورسولہ]''یارسول اللہ مجھے کیا ہے کہ میں اللہ اوراس کے رسول پر ایمان رکھنے والا نہ رہوں''۔

ان تمام الفاظ پرغور وفکر کرنے کے بعد یہ معلوم ہوتا ہے کہ تمام صحابہ جن میں حاطب بن ابی بلتعہ رضی اللہ عنہم بھی شامل ہیں کفار کی مدد کرنا، ان کے لئے جاسوسی کرنا، اوران کے سامنے مسلمانوں کے راز فاش کر دینا اوران کے ساتھ تعاون کرنا اور مسلمانوں کے خلاف انہیں فتح مند کرنا ان تمام امور کو دین اسلام سے مرتد ہوجانا اور اللہ اوراس کے رسول کے ساتھ کفر کرنا شمار کرتے تھے۔

دوسری وجہ: عمر فاروق رضی اللہ عنہ کا یہ قول ہے کہ ''یارسول اللہ مجھے اجازت دیجئے میں اس منافق کی گردن ماردوں'' نیز صحیح بخاری ہی کے باب اذا اضطر الرجل الی النظر فی شعور اہل الذمۃ میں عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے الفاظ اس طرح ہیں [**دعنی اضرب عنقہ فانہ قد نافق**] ''مجھے چھوڑ دیجئے میں اس کی گردن ماردو کیونکہ یہ منافق ہو چکا ہے'' نیز صحیح بخاری کے باب فضل من شھد بدراً میں الفاظ اس طرح ہیں [**یا رسول اللہ قد خان اللہ ورسولہ والمومنین فدعنی فلاضرب عنقہ**]''یارسول اللہ اس نے اللہ اوراس کے رسول اورمومنوں کے ساتھ خیانت کی ہے سو مجھے چھوڑ دیں تاکہ میں اس کی گردن ماردوں'' نیز صحیح بخاری باب من نظر فی کتاب من یحذر علی المسلمین لیستبین امرہ میں یہ الفاظ ہیں [**انہ قد خان اللہ ورسولہ والمومنین فدعنی فاضرب عنقہ**]''اس نے اللہ اوراس کے رسول اور مومنوں کے ساتھ خیانت کی ہے مجھے اجازت دیجئے پس میں اس کی گردن ماردوگا'' نیز صحیح بخاری باب ما جاء فی المتأولین میں یہ الفاظ ہیں [**یا رسول اللہ قد خان اللہ ورسولہ والمومنین دعنی فاضرب عنقہ ، ثم قال فعاد عمر فقال: یا رسول اللہ قد خان اللہ ورسولہ والمومنین دعنی فلاضرب عنقہ**]''یارسول اللہ اس نے اللہ اوراس کے رسول اوراہل ایمان کے ساتھ خیانت کی ہے مجھے اجازت دیجئے تاکہ میں اس کی گردن ماردوں راوی کہتا ہے عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے یہ بات دومرتبہ کہی'' ان تمام روایات سے ثابت ہوتا ہے کہ کفار کی مسلمانوں کے خلاف مدد کرنا۔ ان کے لئے جاسوسی کرنا۔ اوران کے ساتھ تعاون کرنا، یہ تمام امور عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے نزدیک کفر اور دین اسلام سے

ارتداد اور اللہ اور اس کے رسول اور اہل ایمان کے ساتھ خیانت شمار ہوتے تھے جیسا کہ عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے قول سے مکمل طور پر واضح ہے۔

تیسری وجہ: یہ ہے کہ اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے عمر رضی اللہ عنہ کے اس قول کی تردید نہیں کی البتہ ان سے حاطب رضی اللہ عنہ کے عذر کی سچائی کو بیان کیا جیسا کہ فرمایا کہ ''اس نے تم سے سچ کہا ہے'' اور ایک حدیث کے الفاظ ہیں [صدق لا تقولوا لہ الا خیرا] ''اس نے سچ کہا تم اس کے لئے سوائے خیر کے اور کچھ نہ کہو'' ایک حدیث میں ہے کہ [انہ قدم صدقکم] ''اس نے تم سے سچ ہی کہا ہے'' ایک حدیث کے الفاظ ہیں [فصدقه النبی صلی اللہ علیہ وسلم] ''نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے سچا قرار دیا''۔

چوتھی وجہ: یہ ہے کہ حاطب رضی اللہ عنہ کا فعل مذکور فی الحقیقت تو کفر ہی ہے لیکن حاطب رضی اللہ عنہ نے کفر نہیں کیا کیونکہ اس کی نیت کفر کرنے کی نہ تھی جیسا کہ ان کے قول ''اور میں نے ایسا اپنے دین سے کفر یا ارتداد کرتے ہوئے نہیں کیا'' سے سمجھ میں آتا ہے اور پھر انہوں نے ایسا کرنے کی وجہ یہ بیان کی کہ وہ قریش پر ایک احسان کر کے اس کے ذریعے مکہ میں موجود اپنے رشتہ داروں کی حفاظت چاہتے تھے لیکن اس کے باوجود حاطب رضی اللہ عنہ کے لئے یہ وجہ قابل قبول عذر نہ بن سکی اور نہ ہی ان کے علاوہ کسی اور کے لئے عذر بن سکتی ہے البتہ حاطب رضی اللہ عنہ چونکہ متأول (تاویل کرنے والا) تھے اس لئے ان سے کفر کی نفی ہوگئی ۔یہی وجہ کہ حافظ ابن حجر فتح الباری شرح صحیح بخاری (634/8) میں فرماتے ہیں: ''حاطب رضی اللہ عنہ نے جس عذر کو ذکر کیا تو انہوں نے ایسا تاویل کی بناء پر کیا کہ ایسا کرنے سے کچھ نقصان نہیں ہے''۔

پانچویں وجہ: ابن حجر فتح الباری (634/8) میں فرماتے ہیں: ''طبری نے یہ قصہ حارث عن علی کے طریق سے روایت کیا ہے اس کے الفاظ یہ ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا [أ لیس قد شهد بدرا قال بل ولکنه قد نکث وظاهر اعدائک علیک] ''کیا یہ بدر میں حاضر نہ تھا، عمر رضی اللہ عنہ نے کہا کیوں نہیں لیکن اس نے عہد شکنی کی اور آپ کے خلاف آپ کے دشمن کی مدد کی'' ان الفاظ سے ثابت ہوا کہ مسلمانوں کے خلاف کفار کی مدد کرنا، ان کے ساتھ تعاون کرنا، عہد شکنی اور ارتداد اور کفر صریح ہے۔

چھٹی وجہ: حاطب رضی اللہ عنہ نے ہر موقع پر اپنی جان اور اپنے مال کے ذریعے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی مدد

کی اور آپ کے ساتھ بدر، حدیبیہ وغیرہ تمام غزوات میں موجود رہے اس کے باوجود عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے ان کے متعلق کہا کہ: ''اس نے اللہ اور اس کے رسول اور مومنوں کے ساتھ خیانت کی ہے'' بلکہ ان کے اس فعل کو انہوں نے مسلمانوں کے خلاف مشرکین کی مدد اور ان کے لئے جاسوسی قرار دیا جبکہ حاطب رضی اللہ عنہ نے ایسا اس گمان کی بناء پر کیا تھا کہ اللہ تعالیٰ بہرصورت اپنے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی مدد کرے گا اور اگر وہ مشرکین کو نبی علیہ السلام کی ان کے خلاف جنگ کی تیاری کی خبر کر بھی دیں تو اس سے اللہ کو کچھ نقصان نہ پہنچ سکے گا نہ ہی اس کے رسول کا کچھ بگڑے گا جیسا کہ ابن مردویہ نے یہ قصہ ابن عباس رضی اللہ عنہ نے نقل کیا اور پھر علی رضی اللہ عنہ کی روایت کا معنی بیان کیا اور اس میں اس طرح ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے حاطب رضی اللہ عنہ سے پوچھا [یاحاطب ما دعاک الی ما صنعت فقال یا رسول اللہ کان اھلی فیھم فکتبت کتابا لایضر اللہ ولا رسولہ] ''اے حاطب تو نے جو کیا اس پر تجھے کس نے آمادہ کیا انہوں نے کہا یا رسول اللہ میرے گھر والے ان (مشرکین مکہ) کے درمیان رہتے ہیں لہٰذا میں نے خط لکھا جو اللہ اور اس کے رسول کا کچھ نہیں بگاڑ سکتا'' نیز ابن شاہین اور بارودی اور طبرانی اور سمویہ نے زہری عن عروۃ عن عبدالرحمٰن بن حاطب (ان کے والد) اہل یمن سے ہیں یہ زبیر رضی اللہ عنہ کے حلیف تھے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ میں سے تھے اور بدر میں حاضر تھے جبکہ ان کے بیٹے اور بھائی مکہ میں تھے تو حاطب نے مدینہ سے قریش کے سرداروں کی طرف ایک خط لکھا جس میں وہ ان کے لئے خیر خواہی کر رہے تھے ....پھر مکمل حدیث ذکر کرتے ہیں جس کے آخر میں ہے کہ حاطب رضی اللہ عنہ نے کہا [واللہ ما ارتبت فی اللہ منذ اسلمت ولکننی کنت امرا غریبا ولی مکۃ بنون واخوۃ..................الحدیث] ''اللہ کی قسم جب سے مسلمان ہوا ہوں کبھی اللہ کے متعلق شک نہ کیا لیکن میں اجنبی شخص ہوں اور مکہ میں میری اولاد اور بھائی ہیں ....الحدیث'' اس روایت کے آخر میں یہ اضافہ بھی ہے کہ [فانزل اللہ تعالیٰ یٰٓاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تَتَّخِذُوْا عَدُوِّی وَعَدُوَّکُمْ اَوْلِیَآءَ] ''پھر اللہ تعالیٰ نے یہ آیات نازل کر دیں اے ایمان والو! میرے اور اپنے دشمن کو دوست نہ بناؤ......الآیات''۔ نیز ابن مردویہ نے یہ حدیث انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے اور اس میں بھی

آیات کے نزول کا تذکرہ ہے اور ابن شاہین نے یہ حدیث ابن عمر رضی اللہ عنہ سے قوی سند سے روایت کی ہے (ملاحظہ ہو الاصابة فی تمییز الصحابة لابن حجر العسقلانی 300/1 طبع دار صادر ۔ حاطب بن ابی بلتعہ رضی اللہ عنہ کے حالات زندگی)

تمام روایات کے مطابق خلاصہ یہ ہوا کہ حاطب رضی اللہ عنہ نے مشرکین کی طرف وہ خط لکھ کر ان پر احسان کرنا چاہا تا کہ وہ ان کے گھر والوں کو کچھ نقصان نہ پہنچائیں نیز انہوں نے ایسا کفر یا ارتداد یا نفاق کی بناء پر نہیں کیا بلکہ وہ سچے مومن تھے اور اس خط میں بھی انہوں نے اللہ کے رسول کو اللہ کا رسول ہی لکھا اور مشرکوں کو مشرک ہی لکھا ان تمام امور سے ان کی نیت اور ان کا مقصد واضح ہے اور نبی علیہ السلام نے بھی ان کی نیت کی بناء پر انہیں سچا قرار دیا اور انہوں نے اپنے اس فعل کی جو توجیہ اور تاویل کی کہ یہ خط اللہ اور اس کے رسول کا کچھ نہیں بگاڑ سکے گا کیونکہ اللہ تعالیٰ بہر حال اپنے رسول اور مومنوں کی مدد کرے گا ہی اس توجیہ کو بھی قبول کیا یہ تمام باتیں حقیقت کے اعتبار سے ہیں لیکن ظاہر کے اعتبار سے انہوں تو نے اللہ اور اس کے رسول سے خیانت کی تھی اور مشرکین کی خیر خواہی اور مسلمانوں کے خلاف ان کی مدد کی تھی اور یہ تمام کام صحابہ کفر و نفاق اور ارتداد شمار کرتے تھے، اسی لئے عمر رضی اللہ عنہ نے ظاہر کا اعتبار کرتے ہوئے ان کے قتل کی اجازت چاہی لیکن اللہ کے نبی علیہ السلام نے حقیقت کا اعتبار کرتے ہوئے اجازت نہ دی بلکہ ظاہر کے اعتبار سے بھی ان کے بدری ہونے کا تذکرہ کر دیا اور ان کے متعلق سخت گفتگو کرنے سے سے منع فرما دیا لیکن اس کے باوجود اللہ تعالیٰ نے سخت تنبیہ نازل کر دی (حقیقت کے اعتبار سے حاطب رضی اللہ عنہ کا مشرکین کی طرف جھکاؤ نہ تھا۔ واللہ اعلم ۔ از مترجم) لیکن جو شخص واقعتاً کفار کو اپنا دوست بنا لے اور مومنوں کا دشمن بن جائے اور طاغوت کی مدد کرنے لگے اور مجاہدین کے خلاف جنگ میں ان کا بھرپور ساتھ دے اور طاغوت اسے مسلمانوں اور تحریکوں پر امریکی غلبے اور کنٹرول کے لئے استعمال کرے تو وہ کافر اور مرتد کیوں نہ ہو وہ تو بالاولیٰ اس بات کا مستحق ہے کہ اس پر کافر اور مرتد ہونے کا حکم لگایا جائے۔

ساتویں وجہ: حاطب رضی اللہ عنہ نے جو خط مشرکین کی طرف لکھا اس کے الفاظ میں مشرکین کی کسی بھی طرح مدد نہ تھی اس خط کے الفاظ یہ تھے:

"اما بعد یا معاشر قریش فان رسول اللہ ﷺ جاء کم بجیش کاللیل یسیر کالسیل فواللہ لو جاء کم وحدہ لنصرہ اللہ وانجز لہ وعدہ فانظروا لانفسکم والسلام."

"حمد وصلاۃ کے بعد اے قریش کی جماعت ! اللہ کے رسول ﷺ تمہارے پاس رات کی مانند ایک لشکر لے کر آرہے ہیں جو سیلاب کی رفتار سے رواں دواں ہے اللہ کی قسم اگر وہ اکیلے ہی تمہارے پاس آجائیں تو اللہ ضرور ان کی مدد کرے گا اور ان سے اپنا وعدہ ضرور نبھائے گا سو تم اپنی خیر مناؤ۔ والسلام"۔

امام سہیلی رحمہ اللہ نے اسی طرح نقل کیا ہے ملاحظہ ہو فتح الباری (521/7) اس خط کے الفاظ سے معلوم نہیں ہوتا کہ انہوں نے مشرکین کی مسلمانوں کے خلاف کچھ مدد کی ہو لہٰذا یہ خط زیادہ سے زیادہ ایک نافرمانی شمار ہوگا اور اس نافرمانی کو بھی اللہ تعالیٰ نے ان کے غزوہ بدر میں شریک ہونے کی بناء پر معاف فرمادیا۔

آٹھویں وجہ: حاطب رضی اللہ عنہ نے یہ نہ تو نفاق کی وجہ سے کیا نہ مسلمانوں کے خلاف کفار کی جاسوسی میں بلکہ یہ حیلہ ان پر احسان کرنے کے لئے اختیار کیا اور یہ فعل اپنی ذات کے اعتبار سے کفر شمار ہوگا لیکن حاطب رضی اللہ عنہ نے اسے کفر نہیں سمجھا تھا۔ ابن اسحاق رحمہ اللہ کی روایت میں ہے انہوں نے کہا کہ [وکان لی بین اظھرھم ولد واھل فصانعتھم علیہ] "اور میری اولاد اور گھر والے ان کے (مشرکین مکہ) کے درمیان رہ رہے تھے لہٰذا میں اس بناء پر ان کے ساتھ جعلسازی/ بناوٹ/ حیلہ کیا"۔ نیز واقدی نے مرسل سند کے ساتھ نقل کیا ہے کہ حاطب رضی اللہ عنہ نے سہیل بن عمرو اور صفوان بن امیہ اور عکرمہ کی طرف لکھا کہ: "رسول اللہ ﷺ نے لوگوں میں اعلان جنگ کردیا ہے اور میرے گمان میں وہ تمہارے علاوہ کسی اور کا ارادہ نہیں رکھتے لہٰذا میں نے مناسب جانا کہ تم پر میرا ایک احسان ہوجائے" (فتح الباری: 521/7) نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ان کے پیش کردہ عذر کو اس لئے قبول کیا تھا کہ وہ اس میں سچے تھے۔

دلیل نمبر ۲ جریر بن عبداللہ البجلی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہتے ہیں [اتیت النبی صلی اللہ علیہ وسلم وھو یبایع فقلت یا رسول اللہ ابسط یدک ابایعک واشترط علی فانت اعلم قال ابایعک علی ان تعبداللہ وتقیم الصلاۃ وتودي الزکاۃ وتناصح المسلمین وتفارق المشرکین] ''میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا آپ بیعت لے رہے تھے میں نے کہا یارسول اللہ! ہاتھ بڑھایئے میں آپ کی بیعت کرتا ہوں اور مجھ پر کوئی شرط رکھ دیں، آپ زیادہ جانتے ہیں۔ فرمایا: میں تجھ سے بیعت لیتا ہوں کہ تو اللہ کی عبادت کرے گا اور نماز قائم کرے گا اور زکاۃ ادا کرے گا اور مسلمانوں کی خیر خواہی کرے گا اور مشرکین سے الگ رہے گا''۔ (مسند احمد : 365/4، سنن نسائی کبری: 148/7، سنن البھیقی: 13/9 علامہ البانی نے اسے صحیح قرار دیا ہے السلسلة الصحیحة: 230/2 حدیث نمبر 636)

اس حدیث سے ثابت ہوا کہ مشرکین سے الگ رہنا فرض ہے اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم لوگوں سے بیعت لیتے وقت یہ شرط رکھتے تھے اور یہ بھی ثابت ہوا کہ مشرکین کسی طرح بھی مدد کرنا، اس شرط کو توڑ دیتا ہے اور اس کا اعتبار ختم کر دیتا ہے۔

دلیل نمبر ۳ بہز بن حکیم اپنے والد سے اور وہ اپنے دادا سے روایت کرتے ہیں انہوں نے کہا [قلت یا نبی اللہ ما اتیتک حتی حلفت اکثر من عددھن لاصابع یدیه الا آتیتک ولا اتی دینک وانی کنت امرا لا اعقل شیئا الا ما علمنی اللہ ورسوله وانی اسالک بوجه اللہ عزوجل بما بعثک ربک الینا قال بالاسلام قال قلت وما آیات الاسلام قال ان تقول اسلمت وجھی الی اللہ عزوجل وتخلیت وتقیم الصلاۃ وتودی الزکاۃ کل مسلم علی مسلم محرم اخوان نصیران لا یقبل اللہ عزوجل من مشرک بعد ما اسلم عملا او یفارق المشرکین الی المسلمین] ''میں نے کہا یا نبی اللہ! میں آپ کے پاس آ گیا ہوں اور اس سے پہلے میں اپنی انگلیوں کی تعداد کے برابر قسم اٹھا چکا ہوں کہ نہ تو آپ کے پاس آؤں گا نہ آپ کے دین کے پاس اور میں ایسا شخص تھا جسے کچھ معلوم نہ تھا مگر جو اللہ اور اس کے رسول نے مجھے سکھا دیا ہے اور میں آپ سے اللہ عزوجل کے چہرے کے واسطے سے پوچھتا

ہوں کہ آپ کے رب نے آپ کو ہماری طرف کس شئے کے ساتھ بھیجا ہے؟ آپ نے فرمایا: اسلام ۔کے ساتھ کہتے ہیں میں نے کہا: اور اسلام کی نشانیاں کیا ہیں؟ آپ نے فرمایا: یہ کہ تو کہے میں نے اپنے آپ کو اللہ عزوجل کا فرمانبردار کرلیا اور تو سب سے الگ رہ (یعنی شرک اور شرکاء سے) اور تو نماز پڑھتا رہ اور تو زکاۃ دیتا رہ ہر مسلمان دوسرے مسلمان پر حرام کردیا گیا ہے دونوں بھائی ایک دوسرے کے مددگار ہیں اللہ عزوجل اسلام لانے کے بعد کسی شرک کرنے والے کا کوئی عمل قبول نہیں کرتا یا وہ مشرکین سے جدا ہوکر مسلمانوں کی طرف آجائے''۔(مسند احمد:4/5،سنن النسائی: 358/1،مستدرك حاکم: 600/4 اسے امام حاکم نے صحیح کہا ہے اور امام ذہبی نے ان کی موافقت کی ہے اور علامہ البانی نے اسے سلسلة الصحیحة میں حسن قرار دیا ہے 99/1 حدیث نمبر 369)

ہمارے موقف (یعنی طاغوت کے حامی اور مددگار بھی اسی کی طرح کافر اور مرتد ہیں) کی دلیل حدیث مذکور کے یہ الفاظ ہیں ''اللہ عزوجل اسلام لانے کے بعد شرک کرنے والے کے کسی عمل کو قبول نہیں کرتا یا وہ مشرکین سے جدا ہوکر مسلمانوں کی طرف آجائے'' ان سے معلوم ہوا کہ اسلام لانے کے بعد بھی اگر کوئی مشرکین سے الگ نہ ہو تو اللہ عزوجل اس کا کوئی عمل قبول نہیں کرتا اور اس کے ایمان کے صحیح ہونے کی شرط ہی یہ ہے کہ وہ مشرکین سے الگ ہوکر مسلمانوں سے آملے جبکہ کفار کی مدد کرنے یا قول یا فعل کے ذریعے ان کے ساتھ تعاون کرنے سے یہ اصول پاش پاش ہوجاتا ہے۔

دلیل نمبر ④ جریر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ [ان رسول الله صلی اللہ علیہ وسلم بعث سرية الى خثعم فاعتصم ناس بالسجود فاسرع فيهم القتل فبلغ النبى صلی اللہ علیہ وسلم فامر لهم نصف العقل وقال انى برى من كل مسلم يقيم بين اظهر المشركين قالوا يا رسول الله ولم؟ قال لا ترايا ناراهما] ''اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے قبیلہ خثعم کی طرف ایک لشکر روانہ کیا تو لوگ سجدوں کے ذریعے پناہ مانگنے لگے لہٰذا ان میں بڑی تیزی سے قتل کیا گیا، پھر یہ بات نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو معلوم ہوئی تو آپ نے ان کے لئے نصف دیت کا حکم دیا اور فرمایا میں ہر اس مسلمان سے بری ہوں جو مشرکین کے درمیان رہ رہا ہو، لوگوں نے کہا یا رسول اللہ! کس لئے؟ فرمایا: وہ دونوں ایک دوسرے کی آگ نہ دیکھ سکیں''۔(ترمذی کتاب السیر باب ماجاء فی کراهية المقام بين اظهر

المشرکین: 4/132-133 حدیث نمبر 1604، ابوداؤد کتاب الجہاد باب النہی عن قتل من اعتصم بالسجود: 3/46 حدیث نمبر 2645 اس کی سند صحیح ہے)

اس حدیث کے مطابق مشرکین کے درمیان رہنے والے مسلمان تک سے رسول ﷺ نے بری الذمہ ہونے کا اعلان فرمادیا، تو جو مسلمانوں کے خلاف ان کا معاون ومددگار ہو اس سے کیونکر بری الذمہ نہ ہوں گے؟ اس کا حکم تو لامحالہ اس سے بھی زیادہ شدید ہوگا۔

دلیل نمبر ⑤ سمرۃ بن جندب رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا [**لا تساکنوا للمشرکین ولا تجامعوھم فمن ساکنھم او جامعھم فھو مثلھم**] ''مشرکین کے ساتھ مت رہو نہ ان کے ساتھ اکھٹے ہو جو ان کے ساتھ رہا یا اکھٹا ہوا وہ انہی کی طرح ہے''۔ (ترمذی کتاب السیر باب ما جاء فی کراھیة المقام بین اظھر المشرکین: 4/133 حدیث نمبر 1605)

اس حدیث کے مطابق ان کے ساتھ محض رہنے اور اکٹھا ہونے والا ان کی طرح ہے تو جو مسلمانوں کے خلاف ان کا معاون ومددگار ہو اور جاسوس ہو وہ بالاولیٰ ان کی طرح کافر ہوا۔

(مترجم کہتا ہے کہ: جو حکام یہود ونصاریٰ وہنود ومجوس کفار سے دوستیاں کرتے ہیں اور مسلمان مجاہدین سے نفرت کرتے ہیں اور انہیں اپنا اور اپنے وطن کا دشمن قرار دیتے ہیں اور ان کے جہاد کو فساد سے تعبیر کرتے ہیں اور اللہ کے نازل کردہ دین اور قوانین کے مطابق فیصلہ جات نہیں کرتے بلکہ اپنے بنائے ہوئے قوانین کو محترم جانتے ہیں اور انہی کے مطابق حکومت اور فیصلہ جات کرتے ہیں اور انہیں ہی نافذ بھی کرتے ہیں اور ان کی خلاف ورزی کرنے والے کو سزا دیتے ہیں اور اگر مسلم عوام ان سے نفاذ شریعت کا مطالبہ کرے تو اس مطالبے کو صرف اپنے کافر دوستوں کو خوش رکھنے کے لئے مسترد کردیتے ہیں اور اگر کوئی اس مطالبے کو منوانے کے لئے تحریک چلائے تو اسے بغاوت قرار دیکر کچل ڈالتے ہیں اور اگر کبھی کوئی قانون شریعت کے مطابق نافذ بھی کرتے ہیں تو وہ بھی اس لئے نہیں کرتے کہ کتاب اللہ کا حکم یہی ہے بلکہ وہ بھی اس لئے کرتے ہیں کہ ان کا دستور اور قانون اس کی اجازت دے رہا ہوتا ہے گویا وہ شرعی حکم کو تابع اور ماتحت کی حیثیت سے لیتے ہیں جبکہ فوقیت پھر بھی ان کے دستور اور قانون کو ہی حاصل ہوتی ہے، تو ایسے حکام کے ''طاغوت'' ہونے میں کوئی بھی مسلمان شک نہیں کرسکتا اور وہ تمام

لوگ جو اس ظلم اور کتاب اللہ اور سنت رسول سے بغاوت پر ان کا کسی بھی طرح معاون یا مددگار ہو مثلاً اراکین پارلیمنٹ ،اراکین قومی وصوبائی اسمبلی ،وزیر مشیر ،ججز ،وکلاء فورسز ،قانون نافذ کرنے والے ادارے ،اس قانون کی حفاظت کرنے والے ادارے وغیرہ وغیرہ یہ تمام طاغوت کے حامی اور معاون ہونے کی بناء پر اسی حکم میں داخل ہو گئے جو خود طاغوت کا حکم ہے کیونکہ **المرء مع من احب** ''ہر شخص اپنے محبوب کے ساتھ ہوتا ہے'' اور طاغوت کا حکم یہ ہے کہ اس کے ساتھ کفر کیا جائے جیسا کہ سورۃ بقرۃ کی آیت نمبر 256 سے واضح ہے نیز ایسے حکام کو معزول کرنا واجب ہے اگر اس کی استطاعت ہو اگر یہ ممکن نہ ہو تو ایسے حکام کے خلاف خروج واجب ہے اگر اس کی استطاعت ہو اگر اس کی بھی استطاعت نہ ہو تو ان کے خلاف خروج کی تیاری یعنی اعداد اس وقت تک واجب ہے جب تک خروج یعنی بغاوت کی استطاعت وصلاحیت حاصل نہ ہو جائے پھر خروج واجب ہے نیز استطاعت یا عدم استطاعت ہر دوصورتوں میں ان حکام سے براءت اور عداوت کا اظہار کرنا اور ان سے نفرت کرنا ہر حال میں واجب ہے اور یہ ہر ایک پر بلا تمیز واجب ہے۔''وليس وراء ذلك حبة خردل من الايمان ''اس کے بعد رائی کے دانے برابر بھی ایمان نہیں ہے۔ نیز مؤلف رحمہ اللہ نے سنت سے صرف پانچ دلائل پر اکتفاء کیا اگر چہ ماننے والے کے ایک دلیل بلکہ ہلکا سا اشارہ بھی کافی ہوتا ہے پھر بھی ان پانچ دلائل کے علاوہ اور بھی بہت سے احادیث ہیں جو اس بات کی دلیل ہیں کے طاغوت کے ساتھ ساتھ اس کا حامی اور معاون بھی کافر ومرتد ہے اور اللہ اور اس کا رسول اس سے اور وہ ان سے بری ہیں مثلاً سنن نسائی کتاب البیعۃ باب **من لم يعن اميرا على الظلم** میں کعب بن عجرۃ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: سنو کیا تم نے سنا ہے کہ میرے بعد حاکم آئیں گے جو ان کے پاس آیا پھر ان کے جھوٹ کو سچ مانا اور ان کے ظلم پر ان کے ساتھ تعاون کیا وہ مجھ سے نہیں اور میں اس سے نہیں اور وہ میرے پاس حوض کوثر پر نہ آسکے گا اور جو ان کے پاس نہ آیا نہ ہی ان کے جھوٹ کو سچ جانا اور نہ ہی ان کے ظلم پر ان کے ساتھ تعاون کیا وہ مجھ سے ہے اور میں اس سے ہوں اور عنقریب وہ میرے پاس حوض کوثر پر آئے گا ۔از مترجم)

ثالثاً: اجماع سے

کافروں کو دوست بنانے اور مسلمانوں کے خلاف ان کی مدد کرنے والے کے کفر پر بعض علماء نے اجماع نقل کیا ہے:

① **امام ابن حزم** رحمہ اللہ المحلیٰ بالآثار 138/11 میں فرماتے ہیں: صحیح طور پر ثابت ہے کہ اللہ تعالیٰ کا فرمان:

وَ مَنْ يَّتَوَلَّهُمْ مِّنْكُمْ فَاِنَّهٗ مِنْهُمْ. (المائدة:51)

''اور تم میں سے جو انہیں دوست بنائے گا وہ انہی میں سے ہے''۔

اپنے ظاہری معنی پر ہے یعنی وہ کافر ہے کافروں میں سے ہے اور یہ بات حق ہے اس کے حق ہونے میں دو مسلمان بھی آپس میں اختلاف نہیں رکھتے۔

② **علامہ عبداللطیف بن عبدالرحمٰن بن حسن آل شیخ** رحمہ اللہ کفار سے دشمنی رکھنے کے واجب ہونے کے متعلق گفتگو کرنے کے بعد فرماتے ہیں: ''تو جو ان کی مدد کرے یا انہیں مسلمانوں کے ملکوں میں کھینچ لائے اور ان کی تعریفیں کرے یا انہیں مسلمانوں سے زیادہ معتدل (عدل کرنے والا) قرار دے اور ان کے علاقوں، رہائشگاہوں اور ان کی دوستی اور ان کے غلبے کو پسند کرے اسکے متعلق کیا ہوسکتا ہے اس کے صریح ارتداد ہونے پر سب کا اتفاق ہے اللہ تعالیٰ نے فرمایا: **وَمَنْ يَّكْفُرْ بِالْاِيْمَانِ فَقَدْ حَبِطَ عَمَلُه وَهُوَ فِي الْآخِرَةِ مِنَ الْخَاسِرِيْنَ.** ''اور جو ایمان کے ساتھ کفر کرے گا تو اس کے اعمال برباد ہوگئے اور وہ آخرت میں نقصان اٹھانے والوں سے ہوگا''۔ (الدرر السنية:326/8)

③ **فضیلۃ الشیخ عبداللہ بن حمید** رحمہ اللہ نے فرمایا: ''اور تولّی یعنی ان کی عزت کرنا، ان کی تعریف کرنا۔ ان کی مسلمانوں کے خلاف مدد اور معاونت کرنا، اور ان کے ساتھ زندگی بسر کرنا، اور ان سے براءت کا اظہار نہ کرنا تو یہ کام کرنے والا مرتد ہے اس پر مرتد کے احکام لاگو کرنا واجب ہے جیسا کہ کتاب وسنت اور ائمہ ہدیٰ کے اجماع سے ثابت ہے''۔ (الدرر السنية:479/15)

④ **فضیلۃ الشیخ عبدالعزیز بن عبداللہ بن باز** رحمہ اللہ (سابق مفتی اعظم سعودیہ) نے فرمایا: ''علماءِ اسلام کا اتفاق ہے کہ جو مسلمانوں کے خلاف کفار کی مدد کرے اور کسی بھی طرح ان کو سہارا دے تو وہ انہی کی طرح ہے جیسا کہ اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے فرمایا:

یٰٓاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تَتَّخِذُوا الْیَھُوْدَ وَ النَّصٰرٰٓی اَوْلِیَآءَ بَعْضُھُمْ اَوْلِیَآءُ بَعْضٍ وَ مَنْ یَّتَوَلَّھُمْ مِّنْکُمْ فَاِنَّہٗ مِنْھُمْ اِنَّ اللّٰہَ لَا یَھْدِی الْقَوْمَ الظّٰلِمِیْنَ.(المائدۃ:51)

''اے ایمان والو یہود ونصاریٰ کو دوست نہ بناؤ اور تم میں سے جو انہیں دوست بنائے گا تو وہ انہی کی طرح ہے بے شک اللہ ظالم لوگوں کو ہدایت نہیں دیتا''۔(فتاوی بن باز 274/1 رحمہ اللہ)

مسلمانوں کے خلاف کفار کی مدد اور معاونت اور ان سے دوستی کرنے والے کے مرتد ہونے سے متعلق ائمہ دین رحمہم اللہ کے اقوال

① **حافظ ابن حجر** رحمہ اللہ فتح الباری 61/13 میں ابن عمر رضی اللہ عنہ سے مروی حدیث مرفوع کہ [اذا انزل اللہ بقوم عذابا اصاب العذاب من کان منھم ثم بعثوا علی اعمالھم] ''جب اللہ کسی قوم پر عذاب نازل کرتا ہے تو اس قوم کے ہر فرد تک وہ عذاب پہنچتا ہے پھر انہیں ان کے اعمال کے مطابق دوبارہ زندہ کیا جائے گا'' کی تشریح کرتے ہوئے فرماتے ہیں: ''اس حدیث سے معلوم ہوا کہ کافروں اور ظالموں سے بھاگ جانا مشروع ہے کیونکہ ان کے ساتھ رہنا اپنے آپ کو ہلاکت میں ڈالنا ہے اور یہ بھی اس صورت میں ہے جبکہ وہ ان کے افعال سے نہ تو خوش ہو نہ ہی ان کے ساتھ تعاون کرتا ہو اور اگر وہ ان کے افعال سے راضی ہو اور ان کے ساتھ تعاون کرتا ہو تو وہ انہی میں ہے''۔

② **فضیلۃ الشیخ عبدالباری اھدل** اپنی کتاب ''السیف البتار علی من یوالی الکفار ویتخذھم من دون اللہ ورسولہ ﷺ والمومنین انصار'' کے صفحہ 175 پر فرماتے ہیں: ''اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

فَلَا وَ رَبِّکَ لَا یُؤْمِنُوْنَ حَتّٰی یُحَکِّمُوْکَ فِیْمَا شَجَرَ بَیْنَھُمْ ثُمَّ لَا یَجِدُوْا فِیْٓ اَنْفُسِھِمْ حَرَجًا مِّمَّا قَضَیْتَ وَ یُسَلِّمُوْا تَسْلِیْمًا.(نساء:65)

''آپ کے رب کی قسم وہ مومن نہیں ہوسکتے حتی کہ آپ کو اپنے آپس کے اختلاف میں حاکم مان لیں پھر اپنے دلوں میں آپ کے فیصلے سے تنگی محسوس نہ کریں اور مکمل طور پر تسلیم کرلیں''۔

کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے فیصلہ فرمادیا کہ ہم کفار کو کسی صورت میں بھی دوست نہیں بنا سکتے اب جو اس کے اس فیصلے کی خلاف ورزی کرے وہ مومن کیسے ہوسکتا ہے جبکہ اللہ نے اس سے ایمان کی نفی کردی اور انتہاء درجے کی تاکیدی نہی لے کر آیا اور اوپر سے اس پر قسم بھی اٹھائی۔

⑤ **شیخ الاسلام امام ابن تیمیہ** رحمہ اللہ مجموع الفتاویٰ (530/28) میں تاتاریوں کے معاونین کے متعلق گفتگو کرتے ہوئے فرماتے ہیں: ''جو بھی ان کی (تاتاریوں) یعنی ان کے امیر لشکر یا دیگر امراء کی طرف بڑھے گا تو ان دونوں کا حکم ایک ہے اور وہ اپنے انحراف کے مطابق دین اسلام سے مرتد شمار ہوگا اور سلف صالحین نے تو منکرین زکاۃ کو مرتد قرار دیا جبکہ وہ روزے رکھتے اور نماز پڑھتے تھے اور مسلمانوں سے لڑتے بھی نہ تھے تو جو اللہ اور اس کے رسول کے دشمنوں سے جا ملے مسلمانوں سے لڑنے والا بن جائے اس کا کیا حکم ہوسکتا ہے؟''۔

⑥ **امام ابن القیم الجوزی** رحمہ اللہ احکام اہل الذمہ (195/1) میں فرماتے ہیں: ''اللہ سبحانہ نے فیصلہ فرمادیا اور اس کے فیصلے سے بہتر فیصلہ ہو ہی نہیں سکتا کہ یہود ونصاریٰ کو دوست بنانے والا انہیں میں سے ہوگا''۔

⑦ **فضیلۃ الشیخ محمد امین الشنقیطی** رحمہ اللہ نے اپنی تفسیر میں کفار سے دوستی سے روکنے والی چند آیات ذکر کیں اور پھر فرمایا: ''ان آیات کے ظاہری معانی سے یہی معلوم ہوتا ہے کہ جو جان بوجھ کر اپنے اختیار کو استعمال کرتے ہوئے کافر سے دوستی کرے اور ان میں رغبت رکھے وہ انہی کی طرح کافر ہے''۔ (تفسیر اضواء البیان: 111/2)

خلاصہ : یہ ہوا کہ کفار کے حامی ومددگار لامحالہ کافر ہیں کیونکہ اپنے قول وفعل کے ذریعے کافر اور مرتد حکام کی مدد کرتے ہیں اور ایسا کرنے والا مسلمانوں کے خلاف کفار کی مدد کرنے والا شمار ہوتا ہے

نیز ائمہ دین کا اس بات پر اتفاق ہے کہ مسلمانوں کے خلاف مشرکین کی مدد کرنا اور انہیں غالب کرنا نواقض اسلام (وہ امور جو اسلام کو توڑ ڈالتے ہیں اور ان کا اعتبار ختم کردیتے ہیں) میں سے ہے جیسا کہ شیخ الاسلام محمد بن عبدالوہاب النجدی رحمہ اللہ نے ''نواقض اسلام'' ذکر کرتے وقت بیان کیا ہے ملاحظہ ہو (الدررالسنیۃ: 92/10)۔ نیز فرمایا: جان لو کہ اللہ اور اس کے رسول اور اہل علم کے کلام میں ''ایسے نیک مسلمان جو اللہ کے ساتھ شرک کر بیٹھے یا مسلمانوں کے خلاف مشرکین کے ساتھ مل جائے اگرچہ خود شرک نہ بھی کرے'' کے کافر ہونے کے اس قدر دلائل ہیں جو شمار نہیں کئے جاسکتے۔ (الدررالسنیۃ: 8/10)۔ نیز فرماتے ہیں: ''کفر سے راضی ہونا بھی کفر ہے علماء نے اس بات کی صراحت فرمائی ہے اور کفار سے دوستی کرنا بھی کفر ہے''۔ (الدررالسنیۃ: 38/10)

کیا اس مسئلہ میں مجبوری کا عذر قابل قبول ہے؟

سوال کیا اس مسئلے یعنی طاغوت کی حمایت و مدد کرنے کے سلسلے میں زبردستی یا مجبوری کا دعویٰ قابل قبول ہے؟ خاص طور پر جبکہ بہت سے لوگ کہتے ہیں کہ ہم نے ان کی مدد اور حمایت اس لئے کی کہ انہوں نے ہمیں مجبور کیا لہٰذا طاغوت کی حمایت و مدد کرنے کے لئے وہ مجبوری کو عذر بناتے ہیں۔

جواب ہم کہتے ہیں: اس مسئلے میں یعنی طاغوت کی مدد و حمایت کے سلسلے میں مجبوری کا عذر غیر شرعاً غیر معتبر اور ناقابل قبول ہے کیونکہ توحید طاغوت کے ساتھ کفر کرنے کے ذریعے ہی ثابت ہوتی ہے اور طاغوت کے ساتھ کفر اس وقت تک ثابت نہیں ہوتا جب تک اللہ اور اس کے رسول اور اہل ایمان کو دوست نہ بنایا جائے اور قول و فعل کے ذریعے محض انہی سے محبت اور ان کی مدد نہ کی جائے اور جس قدر ممکن ہو ان کی خیر خواہی نہ چاہی جائے ایسے ہی ایمان اور توحید سے متعلق دیگر مسائل، اقوال وافعال کو اختیار نہ کرلیا جائے۔ طاغوت کے ساتھ کفر کی حقیقت یہ ہے کہ کفر اور کافروں سے براءت اختیار کی جائے ان سے اور ان کے دین اور عقیدے سے نفرت کی جائے اور ظاہر اور باطن ہر طرح ان سے مکمل طور پر الگ ہوجایا جائے اور ان کی طرف معمولی سا بھی جھکاؤ نہ ہو اور انہیں پسند نہ کیا جائے اور ظاہر و باطن ہر اعتبار سے ان کی مشابہت اختیار کرنے سے بچا جائے اور ان کی شرعی اعتبار سے مکمل

مخالفت کی جائے اور ان کی نہ مدد کی جائے نہ حمایت اور مسلمانوں کے خلاف ان کی مدد یا حمایت سے مکمل اجتناب کیا جائے اور جان، مال اور زبان کے ذریعے ان کے خلاف جہاد جاری رکھا جائے ایسے ہی اللہ کے لئے دوستی اور دشمنی کے تمام تقاضوں کو پورا کیا جائے۔

محدث ابوالوفاء ابن عقیل رحمہ اللہ نے کیا خوب فرمایا کہ: ''اگر تم اہل زمان میں اسلام کی قدر ومنزلت جاننا چاہتے ہو تو مساجد میں ان کی بھیڑ اور میقات میں ان کی لبیک کی صداؤں پر مت جاؤ بلکہ دشمنان دین سے ان کی ہم آہنگی کی طرف توجہ کرو''۔(الآداب الشرعية لابن مفلح:268/1، نیز ملاحظہ ہو نواقض الایمان القولیہ والعملیہ از عبدالعزیز بن محمد بن عبداللطیف ص:360)

علاوہ ازیں جسے مسلمانوں کے لڑنے پر مجبور کر دیا جائے اس کے لئے پھر بھی جائز نہیں کہ وہ کفار کے ساتھ مسلمانوں کے خلاف لڑائی میں شریک ہو کیونکہ اس کی جان اللہ کے نزدیک مجاہدین فی سبیل اللہ سے بڑھ کر نہیں ہو سکتی جن کی تعریف میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

اِنَّ اللّٰہَ اشْتَرٰی مِنَ الْمُؤْمِنِیْنَ اَنْفُسَھُمْ وَ اَمْوَالَھُمْ بِاَنَّ لَھُمُ الْجَنَّۃَ یُقَاتِلُوْنَ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰہِ فَیَقْتُلُوْنَ وَیُقْتَلُوْن......الآیۃ.(التوبة:111)

''اللہ نے مومنوں سے ان کی جانیں اور ان کے مال اس بات کے بدلے میں خرید لئے ہیں کہ ان کے لئے جنت ہوگی وہ اللہ کی راہ میں لڑتے ہیں پس قتل کرتے ہیں اور قتل کئے جاتے ہیں......الآیۃ''۔

اور کسی مسلمان کے لئے جائز نہیں کہ خود کو نقصان سے بچانے کی خاطر دوسرے مسلمان کو نقصان میں مبتلا کر دے اور علماء اصول نے یہ اصول بتایا ہے کہ **الضرر لایزال بمثلہ** ''نقصان کو اس جیسے نقصان کے ذریعے زائل نہیں کیا جا سکتا''۔

چنانچہ جب ایک مسلمان کو دوسرے مسلمان کے قتل پر مجبور کر دیا جائے تو اس کے لئے اسے قتل کرنا جائز نہیں ہے تو جو مسلمانوں کے خلاف لڑائی میں کفار کے ساتھ شریک ہو اس کے لئے یہ کیسے جائز ہو سکتا ہے کیونکہ کسی مسلمان کے لئے مجبوری کی بناء پر مسلمانوں کے خلاف مشرکین کی صفوں میں محض

شریک ہونا بھی جائز نہیں چہ جائیکہ لڑائی جائز ہو جائے کیونکہ یہ ایسے ہی ہے جیسے عام حالات میں ایک مسلمان کو دوسرے مسلمان کے قتل پر مجبور کر دیا جائے۔

امام سرخسی رحمہ اللہ اس سلسلے میں ''شرح السیر الکبیر (1517/4) میں فرماتے ہیں: ''اور اگر وہ کفار ان (مسلمانوں) سے کہیں کہ ہمارے ساتھ مل کر مسلمانوں کے خلاف لڑو وگرنہ ہم تمہیں قتل کر دیں گے تو ان کے لئے مسلمانوں سے لڑنا جائز نہیں ہے کیونکہ یہ تو مسلمانوں پر بعینہ حرام ہے لہٰذا قتل کی دھمکی کی بناء پر اس پر عمل کرنا جائز نہیں ہے جیسے اگر کوئی مسلمان سے کہے کہ اس مسلمان کو قتل کر دے وگرنہ میں تجھے قتل کر دوں گا اسی طرح اگر کفار مسلمانوں کو دھمکی دے کر کہیں کہ ہماری صفوں میں شامل ہو جاؤ لیکن پھر وہ مسلمانوں سے لڑائی بھی نہ کریں اس صورت میں مجھے امید ہے کہ گنجائش ہے کیونکہ اس صورت میں انہوں نے مسلمانوں کے خلاف کچھ کیا نہیں ہے لہٰذا یہ ظلم نہیں ہوگا اس صورت میں زیادہ سے زیادہ یہ ہے کہ مشرکین کی صفوں میں شامل ہو کر انہوں نے مسلمانوں کی نگاہ میں مشرکین کی تعداد میں اضافہ کر دیا تو یہ ایسے ہی ہے جیسے کسی مسلمان کو جان کی دھمکی دے کر دیگر مسلمانوں کے مال چھیننے پر مجبور کر دیا جائے اور اگر مسلمانوں کو مشرکین سے اپنی جانوں کا خوف نہ ہو تو ان کے لئے ان کے ساتھ ان کی صفوں میں شامل ہونا بھی جائز نہیں اگر چہ مشرکین اس پر مجبور کریں کیونکہ ایسا کرنے میں دیگر مسلمانوں کو خوفزدہ کرنا اور انہیں مرعوب کرنا اور انہیں منتشر کرنا لازم آتا ہے اور کسی مسلمان کے لئے بلاضرورت ایسا کرنے کی قطعاً گنجائش نہیں ہے''۔

میں کہتا ہوں: شرعی اعتبار سے ضرورت کے وقت بھی ایسا کرنے کی گنجائش نہیں ہو سکتی کیونکہ ایسا کرنے میں اس سے بڑے نقصان کا خطرہ ہے یعنی کسی مسلمان کا کافروں کے لشکر میں مل جانا اور طاغوت کی مدد کرنا اور اس کے لئے لڑنا یہ خود اس مسلمان کے قتل یا قید یا پٹائی وغیرہ سے زیادہ بڑا نقصان ہے اسی لئے شریعت مطہرہ اس جیسی ضرورت یا مجبوری کا اعتبار نہیں کرتی کیونکہ ایسا کرنے میں بہت سے دنیاوی اور دینی نقصانات ہوتے ہیں۔ اس کی دلیل صحیح بخاری کتاب المغازی باب شہود الملائکہ بدرا کی یہ حدیث ہے کہ موسیٰ بن عقبہ کہتے ہیں کہ ابن شہاب نے کہا کہ ہمیں انس بن مالک نے بیان کیا

کہ: ''انصار کے کچھ لوگوں نے رسول اللہ ﷺ سے اجازت مانگی اور کہا[ائذن لنا فلنترک لابن اختنا عباس فداءہ قال واللہ لا تذرون منه درهما] ''آپ ہمیں اجازت دیجئے کہ ہم اپنے بھانجے عباس کا فدیہ چھوڑ دیں آپ نے فرمایا اللہ کی قسم تم اس کا ایک درہم بھی نہ چھوڑو'' (فتح الباری: 321/7 حدیث نمبر 4018)

حافظ ابن حجر اس کی شرح میں فرماتے ہیں: ''عباس سے عباس بن عبدالمطلب مراد ہیں اور ان کی ماں انصاریہ نہ تھیں بلکہ ان کی دادی یعنی عبدالمطلب کی ماں انصاریہ تھیں لیکن انہوں نے عباس کی دادی کو بہن کہا کیونکہ وہ انہی کی قوم سے تھیں اور عباس کو ان کا بیٹا کہا کیونکہ وہ ان کی دادی تھیں اور ان کا نام سلمی بنت عمرو بن زید بن لبید ہے وہ بنی عدی بن نجار سے پھر بنی خزرج سے تھیں جبکہ عباس کی والدہ کا نام نتیلہ بنت جناب ہے جو کہ تیم اللات بن نمر بن قاسط کی اولاد سے ہیں۔ کرمانی کو وہم ہوا لہٰذا اس نے کہا کہ عباس بن عبدالمطلب کی والدہ انصاریہ تھیں اور یہ بات انہوں نے انصاریوں کے ظاہری قول ''ہمارے بھانجے'' کی بناء پر کہی ہے جبکہ حقیقت وہ نہیں جو انہوں نے سمجھی بلکہ اس سے بڑھ کر ہے جیسا کہ میں نے وضاحت کی ہے۔ (فتح الباری: 322/7)

یہ عباس رضی اللہ عنہ وہی ہیں جو مکہ میں مسلمان ہو چکے تھے مشرکین مکہ انہیں اور ان کے ساتھ کچھ اور مسلمانوں کو بھی غزوہ بدر میں مسلمانوں کے مقابلے کے لئے زبردستی اپنے ساتھ لائے تھے جیسا کہ مسند احمد 89/1 حدیث نمبر 676 میں عبداللہ بن احمد اپنے والد احمد بن حنبل سے ''وجادۃ'' (علماء مصطلحین کی ایک مخصوص اصطلاح یعنی اپنے والد کی لکھی ہوئی کتاب سے) روایت کرتے ہیں کہ علی رضی اللہ عنہ نے کہا اللہ کے رسول ﷺ نے غزوہ بدر کے دن فرمایا[من استطعتم ان تاسروا من بني عبدالمطلب فانهم خرجوا کرها ولم یعذرهم رسول اللہ ﷺ بل امر باسرهم وکان منهم العباس بن عبدالمطلب رضی اللہ عنہ اسره ابو الیسر] ''تم میں کون ہے جو عبدالمطلب کی اولاد کو قید بنائے کیونکہ انہیں زبردستی لایا گیا ہے اور نبی ﷺ نے ان کا عذر نہ مانا بلکہ انہیں قید کرنے کا حکم دیا اور ان میں عباس بن عبدالمطلب بھی شامل تھے انہیں ابو یسر نے قیدی بنایا''۔ اس حدیث کے مطابق

نبی ﷺ نے اپنے چچا عباس کے ساتھ کفار والا معاملہ کیا جبکہ وہ مسلمان تھے اور مکہ کے کمزور لوگوں میں سے تھے۔ابن اسحاق رحمہ اللہ نے ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ نبی ﷺ نے عباس رضی اللہ عنہ سے کہا [یا عباس افد نفسک وابن اخویک عقیل بن ابی طالب ونوفل بن الحارث وحلیفک عتبة بن عمرو فانک ذو مال قال انی کنت مسلما ولکن القوم استکرھونی قال اللہ اعلم بما تقول ان کنت ما تقول حقا ان اللہ یجزیک ولکن ظاھر امرک انک کنت علینا] ''اے عباس اپنا اور اپنے بھتیجوں عقیل بن ابی طالب اور نوفل بن حارث اور اپنے حلیف عتبہ بن عمرو کا فدیہ دو تم مالدار ہو انہوں نے کہا میں تو مسلمان تھا اور لوگ مجھے زبردستی لائے ہیں آپ نے فرمایا اللہ ہی جانتا ہے جو تم کہہ رہے ہو اگر تم جو کہہ رہے ہو سچ ہے تو اللہ تمہیں اس کا بدلہ دے گا اور بظاہر تو تم ہمارے خلاف ہی آئے تھے''۔(فتح الباری: 322/7)

اس حدیث میں نبی ﷺ کا فرمان ''بظاہر تو تم ہمارے خلاف ہی آئے تھے'' اس بارے میں صریح ہے کہ جو مسلمانوں کے خلاف مشرکین کے ساتھ آئے گا وہ اس کے ساتھ کفار والا معاملہ ہی کیا جائے گا اور اس کا اور کفار کا ایک ہی حکم ہوگا وہ ان کی طرح کافر ہی شمار ہوگا لہٰذا وہ لشکر اور فوجی جو طاغوت کی راہ میں لڑتے ہیں ان پر بھی مرتد ہونے کے احکام جاری ہوں گے جو مرتد حکام پر جاری ہوتے ہیں وہ یقیناً انہی کی طرح کافر ہوں گے اور عباس رضی اللہ عنہ کا مذکورہ واقعہ اس بات کی انتہائی واضح دلیل ہے۔واللہ الموفق للصواب۔

کسی مسلمان کے لئے حالت مجبوری اور زبردستی میں بھی مسلمانوں کے خلاف کفار کے ساتھ مل کر لڑنا جائز نہیں ہے اس سلسلے میں شیخ الاسلام امام ابن تیمیہ رحمہ اللہ نے بڑی عمدہ گفتگو کی ہے مجموع الفتاویٰ (540-539/28) میں فرماتے ہیں: ''مطلب یہ ہے کہ فتنہ کے دور میں جب کسی کو لڑائی پر مجبور کیا جائے تو اس کے لئے جائز نہیں ہے بلکہ اس پر واجب ہے کہ اپنا ہتھیار خراب کردے اور صبر کرے حتی کہ اسے مظلوماً قتل کردیا جائے تو جسے اسلامی قوانین سے باغی جماعت کے ساتھ مل کر لڑنے پر مجبور کردیا جائے اس کے لئے لڑنا کیسے جائز ہوسکتا ہے؟ جیسے منکرین زکوٰۃ اور مرتدین وغیرہ کے ساتھ اور

اگر اسے لڑنے کے لئے زبردستی لے آیا جائے تو بلاشبہ اس پر واجب ہے کہ وہ نہ لڑے اگر چہ اسے مسلمان قتل کر دیں جیسا کہ اگر اسے کفار مجبور کریں کہ مسلمانوں کے مقابلے میں ان کی صفوں میں شامل ہو یا جیسا کہ اگر ایک شخص دوسرے شخص کو بے قصور مسلمان کو قتل کرنے پر مجبور کرے تو اس کے لئے اس مسلمان کو قتل کرنا جائز نہیں ہے اگر چہ وہ اسے قتل کی دھمکی دے اس پر تمام مسلمانوں کا اتفاق ہے کیونکہ اس بے قصور مسلمان کے قتل کے بدلے اس کی جان کی حفاظت اہم نہیں ہے جبکہ اس کے برعکس ہے (یعنی اس بے قصور مسلمان کی جان کی حفاظت اس مجبور کے قتل سے بڑھ کر ہے) لہٰذا اس کے لئے جائز نہیں ہے کہ اس معصوم پر اس کی موجودگی میں ظلم کیا جائے اور پھر یہ اسے اپنی جان بچانے کے لئے قتل کر دے بلکہ اگر اس نے ایسا کر دیا تو اکثر علماء کے نزدیک مجبور قاتل اور قتل پر مجبور کرنے والے دونوں سے قصاص لینا واجب ہے جیسا کہ امام احمد، امام مالک اور امام شافعی رحمہم اللہ کا ایک قول ہے اور امام شافعی کا دوسرا قول یہ ہے کہ صرف مجبور کرنے والے سے قصاص لینا واجب ہے امام ابوحنیفہ اور امام محمد رحمہما اللہ کا بھی یہی قول ہے اور امام ابو یوسف رحمہ اللہ کے نزدیک قصاص کے بجائے دیت فرض ہے۔

نیز "منهاج السنة النبوية فی نقض الكلام الشيعة القدرية" (5/121-122) میں امام ابن تیمیہ رحمہ اللہ نے یہ موقف اختیار کیا ہے کہ مسلمانوں سے مقابلے کے لئے مشرکین کی صفوں میں شامل ہو کر آنے والا کافر ہے اگر چہ مجبور کیا گیا ہو اور بظاہر اس کا وہی حکم ہوگا جو کفار کا ہے البتہ بروز قیامت اسے اس کی نیت کے مطابق دوبارہ زندہ کیا جائے گا چنانچہ فرماتے ہیں: "بسا اوقات جب وہ (کفار) لڑتے ہیں تو ان میں بعض مومن بھی ہوتے ہیں جو اپنا ایمان چھپاتے ہیں اور ان کے ساتھ مل کر لڑنے کے لئے آتے ہیں اور ان کے لئے ہجرت کرنا ممکن نہیں ہوتا اور انہیں لڑنے پر مجبور کیا گیا ہوتا ہے (ایسا شخص اگر مسلمانوں کے ہاتھوں قتل کر دیا جائے تو اس کا حکم ظاہر کے مطابق ہوگا البتہ) اسے بروز قیامت اس کی نیت کے مطابق دوبارہ زندہ کیا جائے گا جیسا کہ صحیح بخاری میں ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا [يغزو جيش هذا البيت فبينماهم ببيداء من الارض اذ خسف بهم فقيل يا رسول الله وفيهم المكره فقال يبعثون على نياتهم] "اس گھر (خانہ کعبہ) پر ایک لشکر حملہ

آ ورگا ابھی وہ بیداء مقام پر ہی ہوں گے کہ انہیں زمین میں دھنسا دیا جائے گا کہا گیا یا رسول اللہ ان میں مجبور بھی ہوں گے فرمایا انہیں ان کی نیتوں کے مطابق دوبارہ زندہ کیا جائے گا''۔ یہ ظاہر کے مطابق ہے اگر اسے قتل کر دیا جائے تو اس پر وہی حکم لگایا جائے گا جو کفار پر لگایا جاتا ہے پھر اللہ اسے اس کی نیت کے مطابق دوبارہ زندہ کرے گا جیسا کہ منافقین کے لئے ظاہر کے مطابق اسلام کا حکم لگایا جاتا ہے لیکن بروز قیامت انہیں ان کی نیتوں کے مطابق دوبارہ زندہ کیا جائے گا تو بروز قیامت بدلہ دیتے وقت صرف ظاہر نہیں بلکہ دل کا بھی اعتبار ہوگا اسی لئے مروی ہے کہ عباس نے کہا یا رسول اللہ میں تو مجبور کیا گیا ہوں تو آپ ﷺ نے فرمایا[**اما الظاھر فکان علینا و اما سریرتک فالی اللہ**]''ظاہر ہمارے ذمہ ہے اور باطن تو وہ اللہ کے''نیز مجموع الفتاویٰ (225-224/19) میں یہی کلام ایک بار پھر لایا گیا ہے۔

خلاصہ: یہ ہے کہ جو بھی کفار کی صف میں شامل ہو کر لڑے یا طاغوت کی صفوں میں ضم ہو جائے یا قول وفعل کے ذریعے ان کی مدد کرے اس کے متعلق شرعی حکم یہی ہے کہ وہ کافر ہے اور یہ حکم صرف اس شخص پر جاری نہ ہوگا جو کفار و مشرکین کی صفوں میں شامل ہو کر لڑے بلکہ ہر اس شخص پر جاری ہوگا جو مرتد حکام کی قول وفعل کے ذریعے مدد اور حمایت کرے۔

امام ابن حزم رحمہ اللہ اس شخص کے متعلق گفتگو کرتے ہوئے فرماتے ہیں جو دارالکفر یا دارالحرب میں اپنے اختیار سے چلا جائے اور پھر مسلمانوں سے لڑے چنانچہ فرماتے ہیں:''اگر وہ وہاں جا کر مسلمانوں سے جنگ کرے اور کفار کی خدمت سرانجام دے یا ان کا کاتب بن جائے تو وہ کافر ہے اور اگر وہاں صرف دنیاوی غرض سے قیام پذیر ہو اور کفار کی نگاہ میں وہ ایک بے ضرر انسان ہو اور وہ مسلمانوں کی جماعت اور ان کی سرزمین میں چلے جانے پر بھی قادر ہو تو وہ کفر سے زیادہ دور نہیں ہے اور ہمارے نزدیک اس کا کوئی عذر مقبول نہیں ہے ہم اللہ تعالیٰ سے عافیت کے طلب گار ہیں............اور جو قرامطہ کے وطن میں اپنی مرضی سے رہ رہا ہو وہ بھی بلا شبہ کافر ہے کیونکہ قرامطہ نے کفر کا اور اسلام کو چھوڑ دینے کا اعلان کر دیا ہے۔ نعوذ باللہ من ذلک............اور اگر کوئی کافر مسلمانوں کے علاقوں میں سے کسی علاقے

پر قابض ہو گیا اور مسلمانوں کو ان حال پر برقرار رکھا البتہ اس علاقے کے کنٹرول کا اکیلا مالک بن گیا اور اسلام کے علاوہ کسی اور دین کا علانیہ پیروکار ہو تو اس کے ساتھ رہنے والا اور تعاون کرنے والا ہر شخص کافر ہے اگرہ بزعم خود مسلمان ہونے کا دعویٰ کرے۔(المحلیٰ بالآثار:126/12)

میں کہتا ہوں: امام صاحب کی اس گفتگو پر غور کیجئے انہوں نے کس شاندار طریقے سے فیصلہ کیا کہ جو کافروں کی مدد کرے خواہ ان کی خدمت کر کے یا ان کا کاتب بن کر وہ متعین طور پر کافر ہے یہی بات ہم کہتے ہیں کہ جو مرتد حکام کی زبانی مدد کرے وہ کافر ہے مثلاً رائٹرز یا صحافی یا رپورٹرز جو ان طاغوتوں کا دفاع کرتے ہیں جبکہ وہ اللہ اور دین اسلام سے دشمنی کا اعلان کرتے ہیں اور بلا وجہ اور بلا ضرورت یہود ونصاریٰ کو دوست بناتے ہیں اور دہشت گردی (جبکہ دہشت گردی سے وہ اسلام اور حاملین شریعت اور خاص طور پر جہادی تحریکیں مراد لیتے ہیں) کے خلاف جنگ میں امریکی صلیبی کے ماتحت بین الاقوامی برادری میں شمولیت کا اعلان کرتے ہیں۔

اور یہ بات ظاہر ہے کہ ہر وہ گروہ جو اللہ اور اس کے رسول اور اہل ایمان سے دشمنی کرے اور بظاہر شرعی پابندیوں سے رک جائے اور اللہ کے قانون کے بدلے اپنے بنائے ہوئے کفریہ دستور یا قانون کے مطابق فیصلے کرے اس گروہ کے تمام افراد کا وہی حکم ہے جو اس کے قائدین یا راہنماؤں کا ہے۔

یہ جان لینے کے بعد ہر مسلمان کو یہ بھی جان لینا چاہیے کہ ان مرتد حکام کا لشکر اور گروہ بہت سے مرتدوں پر مشتمل ہے جن میں قومیت کے داعی بھی ہیں مثلاً بعث پارٹی یا ناصری نیز کمیونزم کے داعی بھی ہیں مثلاً سوشلسٹ اور سیکولر بلکہ ان کے گروہ میں وہ لوگ بھی شامل ہیں جو وطنیت کا دعویٰ کرتے ہیں اور خود کو وطن پرست کہتے ہیں جبکہ یہ دور جاہلیت کا دعویٰ ہے اور اکثر ممالک میں ان کا گروہ بعض یہودیوں اور عیسائی اقوام پر مشتمل ہے مثلاً جو لوگ خود کو عرب کے یہودی یا عرب کے عیسائی کہتے ہیں جیسے شام، عراق، مصر اور سوڈان کے عیسائی اور اس گروہ کے بعض لوگ خود کو مسلمان کہتے ہیں اور یہ اکثریت میں بھی ہیں لیکن ان میں چند ایک ہی نمازیں پڑھتے ہیں یہ سب گروہ اور افراد مجموعی طور پر اسلام کے خلاف

نہیں لڑتے لیکن اللہ کی راہ میں بھی نہیں لڑتے نہ ہی اسلامی سرحدوں کی حفاظت کرتے ہیں بلکہ ان کی لڑائی جاہلی کفری مقاصد کے لئے ہوتی ہے مثلاً کفریہ نظام کی حمایت میں اور مرتد حاکم اور اس کی حکومت کے لئے لڑنا جو اللہ کے قانون کے مطابق فیصلے نہیں کرتی ایسے ہی ہر اس شخص کے خلاف لڑنا جو ایسے حاکم کے خلاف بغاوت کرے اگرچہ وہ مجاہد ہو اور اللہ کی شریعت کے تقاضوں کے مطابق باغی ہو نیز یہ لوگ مرتد حکام کی جانب سے جاری کردہ ان قوانین کے نفاذ میں ذرا بھی تردد نہیں کرتے جو مسلمانوں کے قلع قمع اور ان کی سرکوبی اور ہر اس شخص کے استیصال کے لئے جاری کئے جاتے ہیں جو شریعت کی حاکمیت کی بات کرے اور وہ یہ سب کرنے میں تردد اس لئے نہیں کرتے کیونکہ وہ مرتد حاکم ان کے نزدیک امیرالمومنین اور خلیفۃ المسلمین کی طرح ہوتا ہے۔

ان لوگوں اور گروہوں کی مجموعی حالت پر غور و فکر کیا جائے تو یہی نتیجہ سامنے آتا ہے کہ وہ مسلمانوں کی جانوں اور مالوں اور عزتوں کی حرمت کی پرواہ نہیں کرتے الا یہ کہ ان کا مرتد حاکم انہیں اس بات کا حکم دے اور نہ ہی وہ سابقہ امور سے باز آتے ہیں لیکن جب ان کا مرتد حاکم انہیں اس سے روک دے یا ایسے ہی کسی اور کام سے تو وہ فوراً رک جاتے ہیں اس بناء پر نہیں کہ یہ دینداری ہے بلکہ اس لئے کہ یہ ان کے حاکم یا بادشاہ کا حکم ہے اگر وہ حکم خلاف شریعت اور اللہ اور اس کے رسول اور اہل ایمان کی دشمنی اور یہود و نصاریٰ کی دوستی میں ہو جیسا کہ ان کی حالت ہے کہ وہ اللہ کے سوا امریکہ اور اس کے اتحادیوں کی اسلام اور شریعت کے خلاف جنگ میں ان کی مکمل حمایت اور تعاون کرتے ہیں بلکہ زمین کے چپے چپے پر مسلمان مجاہدین اور اللہ کی راہ میں لڑنے والوں کے خلاف ''دہشت گردی کے خلاف جنگ'' کے نام پر کی جانے والی جنگ میں ان کی ہر طرح مدد کرتے ہیں۔

چنانچہ طاغوت اور طاغوت کے ان مددگاروں کے خلاف جنگ ہر مسلمان پر فرض ہے اور اس کا انکار وہی شخص کرسکتا ہے جو طاغوت اور طاغوت کے ساتھ کفر کی حقیقت سے واقف نہ ہو اور توحید کے اصولوں اور تقاضوں کو نہ جانتا ہو۔

یہی وجہ ہے کہ شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ نے ان تاتاریوں کے متعلق فرمایا جنہوں نے دین کی

حرمتوں کو پامال کیا اور مسلمانوں کو ذلیل کیا اور بیت المقدس کو اجاڑا اور مسلمانوں کے مال چھین لئے اور مسلمان مردوں کو قید کر کے انہیں جلاوطن کر دیا جبکہ یہ تاتاری بظاہر شہادتین کا اقرار کرتے تھے اور بعض اسلامی قوانین واحکام کی پابندی بھی کرتے تھے چنانچہ فرماتے ہیں: ''ان لوگوں یا ان کے علاوہ میں سے جو بھی گروہ اسلام کے ظاہری اور متواتر قوانین واحکام میں سے کسی بھی ایک قانون یا حکم سے رک جائے اس سے اس وقت تک لڑنا واجب ہے جب تک وہ اسلام کے تمام قوانین کا پابند نہ ہو جائے اگرچہ وہ شہادتین کا اقرار کرتے ہوں اور بعض قوانین واحکام کو بھی مانتے ہوں جیسا کہ ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ اور دیگر صحابہ رضی اللہ عنہم نے مانعین زکاۃ قتال کیا تھا اور جب عمر رضی اللہ عنہ نے اس سلسلے میں مناظرہ کیا (اور ابوبکر رضی اللہ عنہ کو حق پر قرار دیا) تو ان کے بعد آنے والے تمام فقہاء کا اس مسئلے پر اتفاق ہو گیا کیونکہ صحابہ رضی اللہ عنہم نے کتاب وسنت پر عمل کرتے ہوئے اسلام کے حقوق کے لئے قتال پر اتفاق کیا تھا................. ہر وہ گروہ جو (محض عملی طور پر نہ کہ زبانی طور پر) بعض نمازوں یا روزوں یا حج کی ادائیگی سے یا جان، مال، شراب، زنا، جوئے، محرمات سے نکاح کی حرمت سے یا کفار کے خلاف جہاد کی پابندی یا اہل کتاب پر جزیہ لگانے وغیرہ واجبات اور محرمات دین سے رک جائے کہ جن کا انکار کرنے یا جنہیں ترک کرنے کا کوئی عذر قابل قبول نہیں ہوتا اور جن کے وجوب کا انکار کرنے والا کافر ہو جاتا ہے تو اس بنیاد پر ان سے رک جانے والے گروہ کے خلاف قتال کیا جائے گا اگرچہ وہ (زبانی طور پر) ان کا اقرار کرتا ہو اور علماء کے درمیان میں اس سلسلے میں اختلاف نہیں پاتا۔

اس کے بعد امام رحمہ اللہ یہ بیان کرتے ہیں کہ تاتاریوں کا لشکر کفار اور مشرکین پر مشتمل تھا اور ان میں مسلمان ہونے کے دعویدار بھی تھے اور یہ اکثریت میں تھے پھر فرماتے ہیں کہ: ''جب یہ قاعدہ طے ہو چکا تو یہ لوگ جن کے متعلق سوال کیا گیا ان کا لشکر کا فرعیسائیوں اور یہودیوں اور نام نہاد مسلمانوں پر مشتمل ہے جو کہ اکثریت میں ہیں اور جب ان سے مطالبہ ہو تو شہادتین کا اقرار بھی کرتے ہیں اور رسول کو تعظیم بھی دیتے ہیں اور ان میں بہت کم لوگ نماز کا اہتمام کرتے ہیں اور نماز سے زیادہ رمضان کے روزے کا اہتمام کرتے ہیں اور مسلمانوں کو غیر مسلم کی بنسبت زیادہ تعظیم دیتے ہیں اور مسلمانوں

میں سے نیکوکاروں کی بھی قدر کرتے ہیں اور بعض اسلامی احکام بھی مانتے ہیں اس میں ان کے مختلف مراتب ہیں لیکن ان کی اکثریت اسلام کے بہت سے بلکہ اکثر احکام وقوانین کی تارک ہوتی ہے اور ان کی اکثر لڑائیاں بھی دینی مقاصد کے لئے نہیں ہوتیں اول تو وہ اسلام کا اہتمام ہی نہیں کرتے اور نہ ہی اسلام کو چھوڑ دینے والوں سے لڑتے ہیں بلکہ مغلی ریاست کے لئے جو بھی لڑے اسے کچھ نہیں کہتے بلکہ اس کی تعظیم کرتے ہیں اگر چہ وہ کافر ہو اللہ اور اس کے رسول کا دشمن ہو اور جو بھی مغلیہ ریاست کے خلاف لڑے یا اس سے بغاوت کرے اس کے قتل کو جائز سمجھتے ہیں اگر چہ وہ بہترین مسلمان ہو چنانچہ وہ نہ تو کفار سے جہاد کرتے ہیں اور نہ ہی اہل کتاب پر جزیہ لگاتے ہیں اور اپنے لشکر کے کسی فرد کو نہیں روکتے وہ جس کی چاہے عبادت کرتے چاند کی یا سورج کی یا کسی اور کی بلکہ ان کی روش سے معلوم ہوتا ہے کہ مسلمان ان کے نزدیک گویا معتدل یا نیک یا نوافل کا اہتمام کرنے والے شخص کی طرح ہوتا ہے اور کافران کے نزدیک گویا مسلمانوں میں فاسق یا نوافل کا اہتمام نہ کرنے والے شخص کی طرح ہوتا ہے ایسے ہی ان کی اکثریت مسلمانوں کی جان و مال کو حرام نہیں سمجھتی الا یہ کہ ان کا بادشاہ انہیں اس سے روک دے یعنی حکم شرعی ہونے کی بناء پر تو اس سے باز نہیں آتے لیکن جب بادشاہ انہیں اس سے روک دے تو حاکم ہونے کی وجہ سے اس کی اطاعت کرتے ہیں نہ کہ دینداری کی وجہ سے نیز ان کی اکثریت واجبات کی ادائیگی کا اہتمام نہیں کرتی نہ نماز کا نہ زکاۃ کا نہ حج وغیرہ کا نہ ہی آپس میں اللہ کے حکم کے مطابق فیصلے کرتے ہیں بلکہ انہوں نے اپنے لئے ایک قانون وضع کر رکھا ہے (جسے وہ یاسق کہتے تھے) جو کبھی تو اسلام کے مطابق ہوتا ہے اور کبھی اسلام کے خلاف درحقیقت اسلامی قوانین واحکام کی پابندی کرنے والا شیز برون تھا اس نے لوگوں میں رائج اسلامی احکام وقوانین کو غالب کیا جبکہ یہ لوگ اسلام میں داخل تو ہوئے لیکن اس کے احکام وقوانین کی پابندی نہ کی۔

اور اس قسم کے لوگوں سے قتال واجب ہونے پر مسلمانوں کا اتفاق ہے اور دین اسلام اور ان لوگوں کی حقیقت سے واقف شخص اس بارے میں شک نہیں کرسکتا کیونکہ وہ جس اسلام پر ہیں وہ اور حقیقی دین اسلام کبھی ایک نہیں ہوسکتے اور جب کُرد اور اعراب خانہ بدوشوں سے جو اسلامی احکام وقوانین کی

پابندی نہیں کرتے ان سے قتال فرض ہے اگر چہ ان کا ضرر شہروں میں نہ پہنچ سکا ہو تو ان لوگوں سے کیوں نہیں؟ البتہ ان کے خلاف قتال میں راہ شریعت پر چلنا واجب ہے کہ پہلے انہیں اسلامی احکام وقوانین کے التزام کی دعوت دی جائے جبکہ ان تک یہ دعوت پہنچ نہ سکی ہو جیسا کہ حربی کافر کو پہلے شہادتین کے اقرار کی دعوت دی جاتی ہے بشرطیکہ اس تک یہ دعوت نہ پہنچی ہو۔(مجموع الفتاویٰ: 28/502-506 ملاحظہ ہو کہ امام ابن تیمیہ رحمہ اللہ کا کلام تاتاریوں کے متعلق انتہائی تفصیلی اور بہت طویل ہے ہم مکمل نقل نہیں کر سکتے کیونکہ وہ ایک مکمل کتاب ہے اس لئے منتخب مقامات نقل کر رہے ہیں)

نیز شیخ الاسلام امام ابن تیمیہ رحمہ اللہ ان تاتاریوں کے متعلق فرماتے ہیں جو شام سے آئے اور انہوں نے شہادتین کا اقرار بھی کیا اور اسلام کی طرف نسبت بھی کی اور پہلے جس کفر پر تھے اس کفر پر باقی بھی نہیں رہے نیز ان امراء وغیرہ کا حکم بھی بیان کرتے ہیں جو مسلمانوں کے لشکر سے بھاگ کر ان کے ساتھ جا ملے ایسے ان لوگوں کا حکم بھی جنہیں وہ زبردستی لڑائی کے لئے ساتھ لائے ایسے ہی ان لوگوں کا حکم بھی جو ان کے لشکر میں عالم یا فقیہ یا فقیر یا صوفی وغیرہ کی حیثیت سے تھے نیز جو شخص انہیں بھی مسلمان سمجھتا ہو اور ان سے لڑنے والوں کو بھی مسلمان سمجھتا ہو ان دونوں کو ظالم قرار دے کر کسی کے ساتھ لڑائی میں شامل نہ ہوتا ہے اس کا حکم کیا ہے؟

چنانچہ شیخ الاسلام رحمہ اللہ وافی وشافی جواب دیتے ہوئے فرماتے ہیں: ''ہر وہ گروہ جو اسلام کے ظاہری اور متواتر احکام وقوانین کو ترک کر دے اس سے قتال واجب ہونے پر تمام مسلمانوں کا اتفاق ہے اگر چہ وہ شہادتین کا اقرار کرتا ہو تو جب شہادتین کا اقرار کریں لیکن پانچوں فرض نمازوں کو چھوڑ دیں ان سے اس وقت تک قتال فرض ہے جب تک وہ نماز نہ پڑھنے لگیں اور اگر وہ زکاۃ نہ دیں تو زکاۃ کے حصول اور ادائیگی تک ان سے قتال فرض ہے ایسے اگر وہ رمضان کے روزوں یا بیت عتیق کے حج سے رک جائیں یا فواحش یا زنا یا جوئے یا شراب وغیرہ محرمات شریعت کی حرمت سے رک جائیں یا ایسے ہی اگر وہ جانوں، مالوں، عزتوں اور شرمگاہوں وغیرہ میں کتاب وسنت کے قانون کے مطابق فیصلے کرنے سے رک جائیں ایسے ہی اگر وہ امر بالمعروف یا نہی عن المنکر اور کفار کے خلاف اسلام کی قبولیت یا رسوا ہو کر جزیہ کی ادائیگی وصول کرنے تک جہاد کرنے سے رک جائیں اور ایسے ہی اگر وہ کتاب وسنت اور

سلف کے خلاف بدعات کا اظہار کریں مثلاً وہ اللہ کے ناموں اور اس کی آیات کے متعلق الحاد اختیار کریں یا اللہ کے اسماء وصفات کی تکذیب کریں یا قدر وقضاء کی تکذیب کریں یا خلفاء الراشدین کے عہد میں جس عقیدہ وعمل پر مسلمان تھے اس کی تکذیب کریں یا مہاجرین وانصار صحابہ میں سابقین اولین یا ان کے متبعین باحسان پر طعن وتشنیع کریں مسلمانوں سے لڑیں حتی کہ انہیں اپنی اطاعت میں داخل کردیں اور اس اطاعت سے اسلام سے خروج اور نکل جانا لازم آتا ہو یا اس طرح کے دیگر امور۔

اللہ تعالی نے فرمایا[وَقَاتِلُوهُمْ حَتّٰى لَا تَكُونَ فِتْنَةٌ وَّ يَكُونَ الدِّيْنُ كُلُّهُ لِلّٰهِ. (انفال:39)] ''اور ان سے لڑو حتی کہ پورا کا پورا دین اللہ کے لئے ہوجائے اور شرک نہ رہے''۔ لہٰذا جب کچھ دین تو اللہ کے لئے ہو اور کچھ غیر اللہ کے ہو تو قتال فرض ہے حتی کہ سارا دین اللہ کے لئے ہوجائے۔ نیز اللہ تعالیٰ نے فرمایا[يَآ اَيُّهَا الَّذِيْنَ امَنُوا اتَّقُوا اللهَ وَذَرُوْا مَا بَقِيَ مِنَ الرِّبٰوٓا اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ، فَاِنْ لَّمْ تَفْعَلُوْا فَاْذَنُوْا بِحَرْبٍ مِّنَ اللهِ وَ رَسُوْلِهٖ. (بقرۃ:279-278)] ''اے ایمان والو اللہ سے ڈر جاؤ اور جو سود باقی ہے چھوڑ دو اگر تم مومن ہو اور اگر تم نے یہ نہیں کیا تو پھر اللہ اور اس کے رسول سے جنگ کے لئے تیار رہو''۔ یہ آیت اہل طائف کے متعلق اتری جبکہ وہ اسلام لا چکے تھے اور نماز پڑھتے تھے ، روزے رکھتے تھے لیکن سودی لین دین کرتے تھے، تو اللہ نے یہ آیت نازل کی اور مومنوں کو حکم دیا کہ جو سود باقی ہے وہ چھوڑ دیں اور فرمایا کہ: اگر تم نہیں کرتے تو اللہ اور اس کے رسول سے جنگ کے لئے تیار رہو۔ ایک قراءت میں فاذنوا کے بجائے آذنوا ''یعنی اعلان کردو ہے'' یہ دونوں قراءتیں صحیح ہیں اور سود قران میں سب سے آخر میں حرام ہوا جبکہ سود کا مال فریقین کی باہمی رضامندی سے لیا اور دیا جاتا ہے، تو اس سود سے باز نہ آنے والا اللہ اور اس کے رسول سے جنگ کرنے والا ہے تو جو اس کے علاوہ دیگر حرام کاموں سے نہیں رکتا جو سود سے بڑھ کر اور اس سے بھی پہلے حرام ہیں تو وہ کون ہوا؟؟؟

اس کے بعد شیخ الاسلام رحمہ اللہ اسلام کے عام قوانین میں سے کسی ایک قانون کو چھوڑ دینے والی جماعت سے قتال کے فرض ہونے پر صحابہ اور ائمہ دین کا اتفاق ذکر کرتے ہوئے فرماتے ہیں: ''اور وہ لوگ جن سے صحابہ نے قتال کیا جبکہ وہ شہادتین کا اقرار بھی کرتے تھے لیکن وہ زکاۃ دینے سے

انکار کرنے والے تھے جیسا کہ بخاری و مسلم میں ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سے کہا کہ [یا خلیفة رسول الله کیف تقاتل الناس وقد قال رسول الله صلی اللہ علیہ وسلم امرت ان اقاتل الناس حتی یشهدوا ان لا اله الا الله وانی رسول الله فاذا قالوها عصموا منی دماء هم واموالهم الا بحقها؟! فقال ابوبکر الم یقل لک الا بحقها فان الزکاة من حقها والله لو منعونی عناقا کانوا یؤدونها الی رسول الله صلی اللہ علیہ وسلم لقاتلتهم علی منعها قال عمر فما هو الا ان رأیت ان الله قد شرح صدر ابی بکر للقتال فعلمت انه الحق] ''اے اللہ کے رسول کے خلیفہ آپ ان لوگوں سے کیونکر قتال کر سکتے ہیں؟ جبکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ: ''مجھے حکم دیا گیا ہے کہ میں لوگوں سے اس وقت تک لڑتا رہوں جب تک کہ وہ گواہی نہ دے دیں کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور میں اللہ کا رسول ہوں اور جب وہ ایسا کہہ دیں تو انہوں نے مجھ سے اپنی جانوں اور مالوں کو محفوظ بنا لیا مگر اس کے حق کے ساتھ''۔ تو ابوبکر رضی اللہ عنہ نے کہا کیا انہوں نے تجھ سے یہ نہیں کہا کہ مگر اس کے حق کے ساتھ؟ تو زکاۃ بھی یقیناً اس کا حق ہے۔ اللہ کی قسم اگر انہوں نے مجھ سے چھ ماہ کی بکری بھی روکی جو وہ ادا کیا کرتے تھے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو تو اسے روکنے کی وجہ سے میں ان سے قتال کروں گا۔ عمر رضی اللہ عنہ نے کہا حقیقت یہ ہے کہ اللہ نے ابوبکر رضی اللہ عنہ کے سینے کو قتال کے لئے کشادہ کر دیا پھر میں نے یقین کر لیا کہ حق یہی ہے''۔ نیز صحابہ رضی اللہ عنہم اور ان کے بعد آنے والے ائمہ نے مانعین زکوٰۃ (زکاۃ کے انکاری) کے خلاف قتال پر اتفاق کیا ہے اگر چہ وہ پانچ نمازیں پڑھتے ہوں اور رمضان کے روزے رکھتے ہوں جبکہ ان لوگوں (یعنی جن کے متعلق شیخ الاسلام سے سوال کیا گیا) کے پاس تو کوئی جائز شبہ بھی نہیں ہے اس لئے یہ مرتد ہوئے جبکہ ان سے صرف اس لئے قتال کیا گیا کہ انہوں نے زکاۃ دینے سے منع کر دیا تھا اگر چہ وہ اس کی فرضیت کے قائل تھے۔ جیسا کہ اللہ نے حکم دیا اور ان کے متعلق کہا جاتا ہے کہ وہ کہتے تھے کہ اللہ نے اپنے نبی کو زکاۃ لینے کا حکم دیا جیسا کہ فرمایا [خُذْ مِنْ اَمْوَالِهِمُ الصَّدَقَةُ] ''(اے نبی) تو ان کے مالوں سے زکاۃ لے'' اور ان کی موت کے ساتھ ہی زکاۃ بھی ساقط ہوگئی۔

ایسے ہی نبی ﷺ نے ان لوگوں کے خلاف بھی قتال کا حکم دیا جو شراب پینے سے باز نہ آئے تھے ۔اور دوسرا قاعدہ یہ ہے کہ ان کی حالتوں کو جانا جائے یہ تو معلوم ہے کہ وہ پہلی مرتبہ شام سے آگے ۹۹ھ میں بڑھے اور انہوں نے لوگوں کو امان بھی دی اور نامہ امان کو دمشق کے منبر پر پڑھا اس کے باوجود انہوں نے مسلمانوں کی نسلوں کو گالیاں دیں جن کے متعلق کہا جاتا ہے کہ وہ ایک لاکھ یا اس سے بھی زیادہ تھیں ایسے انہوں نے بیت المقدس اور جبل صالحیہ اور نابلس اور حمص اور داریا وغیرہ اس قدر قتل کیا اور قیدی بنائے جس کی صحیح تعداد اللہ ہی جانتا ہے حتی کہ انہوں نے تقریباً ایک لاکھ مسلمان قید کئے اور مسلمانوں کی بہترین خواتین کے ساتھ مساجد وغیرہ میں بدکاریاں کیں مثلاً مسجد اقصیٰ اور مسجد اموی وغیرہ میں اور انہوں نے عقیبۃ میں موجود یونیورسٹی کو بھی تہس نہس کر دیا اور ہم خود بھی ان لوگوں کے لشکر کا مشاہدہ کر چکے ہیں ہم نے دیکھا ہے کہ ان کی اکثریت نماز نہیں پڑھتی اور ان کے لشکر میں کوئی مؤذن یا امام دکھائی نہیں دیا اس کے علاوہ انہوں نے مسلمانوں کے مالوں اور ان کی اولادوں اور ان کے گھروں کو اس قدر برباد کیا جو اللہ ہی جانتا ہے اور ان کے ساتھ ان کی ریاست کے بدترین لوگ ہیں یا تو زندیق منافق ہیں جو دل سے دین اسلام کے مطابق عقیدہ نہیں رکھتے یا بدترین اہل بدعت مثلاً رافضی یا جہمیہ یا اتحادیہ وغیرہ یا بدترین فاجر و فاسق لوگ اور جو اپنے علاقوں میں بااختیار ہونے کے باوجود بیت اللہ کا حج بھی نہیں کرتے اگر چہ ان میں بعض لوگ نمازیں پڑھتے اور روزے رکھتے ہیں لیکن عام طور پر ان میں نماز اور زکاۃ ادا نہیں کرتے اور وہ چنگیز خان کی بادشاہت کے لئے لڑتے ہیں تو جو ان کی اطاعت کرے اسے دوست بنا لیتے ہیں اگر چہ وہ کافر ہو اور جو اطاعت سے نکل جائے اسے دشمن بنا لیتے ہیں اگر چہ وہ بہترین مسلمان ہو اور نہ تو وہ اسلام کے لئے لڑتے ہیں نہ ہی جزیہ اور ٹیکس لیتے ہیں بلکہ ان کے اکثر بڑے بڑے مسلمان وزراء اور امراء کا معیار یہ ہے کہ ان کے نزدیک مسلمان ایسے ہی ہے جیسے وہ کسی یہودی یا عیسائی مشرک کی تعظیم کرتے ہیں جیسا کہ شام سے آنے والے ان کے اولین دستوں کا بڑا مسلمان نمائندوں سے مخاطب ہو کر انہیں قریب کرنے کے لئے کہتا ہے کہ ہم مسلمان ہیں اور محمد ﷺ اور چنگیز خان یہ دو نشانیاں ہمارے پاس اللہ کی طرف سے آئی ہیں یہ وہ انتہائی بات ہے جس

کے ذریعے ان کا بڑا مسلمانوں سے قریب ہونا چاہتا ہے کہ اس نے اللہ کے رسول، مخلوق میں اللہ کے نزدیک سب سے زیادہ مکرم، اولاد آدم کے سردار، اور خاتم المرسلین کو اور کافر بادشاہ، سب سے بڑے مشرک، کافر، فسادی، دشمن اور بخت نصر کے بھائی (یعنی ظلم و جبر میں) کو برابر قرار دے دیا۔

تو یہ شخص اور ان کے اولین دستوں میں اس جیسے دیگر لوگ جن کا اسلام لانے کے بعد بھی مقصد یہ ہے کہ محمد ﷺ کو اس (چنگیز خان) ملعون کے قائم مقام قرار دیں جبکہ سب جانتے ہیں کہ مسیلمہ کذاب مسلمانوں کے لیے اس سے کم نقصان دہ تھا حالانکہ اس نے محمد ﷺ کے ساتھ رسالت میں شراکت کا دعویٰ کیا تھا اسی وجہ سے صحابہ رضی اللہ عنہم نے اس سے اور اس کے مرتد ساتھیوں سے قتال کو جائز قرار دیا تھا تو جو محمد ﷺ کو چنگیز خان کی طرح قرار دے اس کے ساتھ کیا کیا جانا چاہیے؟ یہ لوگ اظہار اسلام کے باوجود چنگیز خان کے احکام کی تعظیم ان مسلمانوں سے زیادہ کرتے ہیں جو قرآن کے احکامات پر چلتے ہیں اور چنگیز خان کے بنائے ہوئے قوانین کی خاطر قرآن کے تابعین سے دیگر مسلمانوں کی بنسبت زیادہ شدت سے لڑتے ہیں۔

یہ کافر لوگ اس کی اطاعت و فرمانبرداری کرتے ہیں اور اسے مال کے نذرانے پیش کرتے ہیں اور اسے خلیفہ مان کر اس کے احکامات کی اس طرح مخالفت نہیں کرتے جس طرح امام کی اطاعت سے نکل جانے والا مخالفت کرتا ہے۔ اور مسلمانوں سے لڑتے ہیں ان سے انتہائی دشمنی رکھتے ہیں، اور مسلمانوں سے اپنی اطاعت اور نذرانوں اور اس قانون کی تابعداری کا مطالبہ کرتے ہیں جو ان کے کافر و مشرک بادشاہ نے وضع کیا جو کسی فرعون و نمرود وغیرہ سے کم نہیں بلکہ زمین میں ان سے بھی بڑھ کر فساد مچانے والا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا [اِنَّ فِرْعَوْنَ عَلَا فِی الْاَرْضِ وَ جَعَلَ اَهْلَهَا شِيَعًا يَّسْتَضْعِفُ طَآئِفَةً مِّنْهُمْ يُذَبِّحُ اَبْنَآءَ هُمْ وَ يَسْتَحْيِ نِسَآءَ هُمْ اِنَّهُ كَانَ مِنَ الْمُفْسِدِيْنَ. (قصص:4)] ''فرعون نے زمین میں فساد مچایا اور اس کے رہنے والوں کو گروہوں میں بانٹ دیا اور ان میں سے ایک گروہ جسے وہ کمزور سمجھتا تھا ان کے بیٹوں کو ذبح کرنے لگا اور ان کی عورتوں کو چھوڑ دیتا بے شک وہ فسادیوں میں سے تھا''۔ جبکہ اس فسادی نے تو زمین پر چڑھائی کر رکھی ہے اور مسلمانوں، یہودیوں، عیسائیوں اور

اپنے مخالف مشرکوں ان سب کے مردوں کو قتل کر دیتا ہے ان کی عورتوں کو لونڈی بنالیتا ہے ان کے اموال لوٹ لیتا ہے اوران کی فصلیں اور نسلیں تباہ کر دیتا ہے جبکہ اللہ فساد کو پسند نہیں کرتا نیز انبیاء ورسل علیہم الصلاۃ والسلام کی اتباع واطاعت سے نکال کر اپنے بنائے ہوئے جاہلی اور کفری قانون کا تابع دار بنادیتا ہے۔

تو یہ لوگ دین اسلام چھوڑ چکے ہیں اوران کافروں کے دین کی مسلمانوں کے دین سے زیادہ تعظیم کرتے ہیں اور اللہ اوراس کے رسول سے زیادہ ان کی اطاعت وتابعداری کرتے ہیں اور مومنوں سے زیادہ انہیں دوست رکھتے ہیں اوران کے بڑوں میں اگر اختلاف ہوتو اس کا فیصلہ جاہلی قانون سے کرتے ہیں، نہ اللہ اوراس کے رسول کے حکم سے ایسے ان کے بڑے سردار اور وزراء دین اسلام کو یہودیت یا عیسائیت کی طرح قرار دیتے ہیں اور سمجھتے ہیں کہ یہ سب اللہ تک پہنچانے والے راستے ہیں بعینہ اس طرح جس طرح مسلمان آپس میں مذاہب اربعہ (مالکی، حنفی، شافعی، حنبلی) کے متعلق سمجھتے ہیں کہ یہ سب اللہ تک پہنچانے والے راستے ہیں۔ نیز ان میں بعض یہودیت اور عیسائیت اور بعض اسلام کو ترجیح دیتے ہیں اور یہ بات ان میں عام ہے حتی کہ ان کے فقیہوں اور عابدوں تک میں بات عام ہے خاص طور پر جہمیہ، اتحادیہ، فرعونیہ، وغیرہ میں ان لوگوں پر فلسفہ غالب ہے اوراکثر فلاسفہ کا بھی ایسا ہی مذہب ہے نیز اکثر عیسائی اور یہودی افراد پر بھی فلسفہ غالب ہے بلکہ اگر یہ کہا جائے کہ ان کے خاص خاص ممتاز علماء ورہبان کا مذہب فلسفہ کی بنیاد پر ہے تو یہ غلط نہ ہوگا اوراس بارے میں بہت کچھ دیکھ سن چکا ہوں جسے یہاں بیان کرنے کی گنجائش نہیں ہے جبکہ اہل اسلام میں یہ بات ہر ایک جانتا ہے کہ جو بھی شریعت محمدی کے علاوہ شریعت کی اتباع کو جائز قرار دے وہ کافر ہے اوراس پر تمام مسلمانوں کا اتفاق ہے اوراس کا کفراس شخص کے کفر کی طرح ہے جو کتاب کے بعض حصے پر ایمان لے آیا اور بعض کا انکار کردیا جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا[اِنَّ الَّذِيْنَ يَكْفُرُوْنَ بِاللّٰهِ وَ رُسُلِهٖ وَ يُرِيْدُوْنَ اَنْ يُّفَرِّقُوْا بَيْنَ اللّٰهِ وَ رُسُلِهٖ وَ يَقُوْلُوْنَ نُؤْمِنُ بِبَعْضٍ وَّ نَكْفُرُ بِبَعْضٍ وَّ يُرِيْدُوْنَ اَنْ يَّتَّخِذُوْا بَيْنَ ذٰلِكَ سَبِيْلًا اُولٰٓئِكَ هُمُ الْكٰفِرُوْنَ حَقًّا وَ اَعْتَدْنَا لِلْكٰفِرِيْنَ عَذَابًا

مُّهِينًا. (نساء: 150-151)] ''اللہ اور اس کے رسول کے ساتھ کفر کرنے والے چاہتے ہیں کہ اللہ اور اس کے رسولوں میں تفریق کریں اور کہتے ہیں کہ کتاب کے بعض حصے پر ہم ایمان لاتے ہیں اور بعض کا ہم انکار کرتے ہیں اور اس کے درمیان کوئی راہ اختیار کرنا چاہتے ہیں یہی حقیقی کافر ہیں اور ہم نے کافروں کے لئے رسواکن عذاب تیار کررکھا ہے''۔ اس میں یہود ونصاریٰ بھی داخل ہیں اور وہ فلاسفہ بھی جو کتاب کے کچھ حصے کو مانتے ہیں اور کچھ کا انکار کرتے ہیں اور یہود ونصاریٰ میں سے جو فلسفی بن گئے وہ بھی یہ سب دونوں طرح کافر ہیں جبکہ یہ وزراء اور سردار جو اپنی رائے کو حرف آخر سمجھتے ہیں ان کی اکثریت اسی قبیل سے ہے وہ کبھی یہودی فلسفی تھا پھر اسلام کا نام لینے لگا جبکہ اس میں یہودیت اور فلسفہ بھی رہا اور ساتھ ہی رافضیت بھی آگئی ان میں جو سب سے بڑا قلمکار ہے یہ اس کی حالت ہے اور یہ شخص ان کے نزدیک تلوار باز سے زیادہ اہم ہوتا ہے مومنوں کو اس سے عبرت حاصل کرنی چاہیے۔

خلاصہ یہ کہ ہر طرح کا نفاق، زندقہ اور الحاد تاتاریوں کے پیروکاروں میں موجود ہے کیونکہ یہ کائنات کے سب سے بڑے جاہل اور دین سے سب سے زیادہ نادان اور اتباع دین سے سب سے زیادہ دور اور خواہشات کے سب سے بڑے اسیر ہیں۔

اس کے بعد شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ تاتاریوں کی صفوں میں مل کر لڑنے والوں کے متعلق فرماتے ہیں کہ: ''جو مسلمانوں کے لشکر سے بھاگ کر تاتاریوں کے لشکر میں آملا اس سے تاتاریوں سے بڑھ کر قتال ہونا چاہیے اس لئے کہ تاتاریوں میں سے بعض تو مجبور کردیئے گئے ہیں اور بعض مجبور نہیں ہیں علاوہ ازیں سنت سے یہ اصول طے شدہ ہے کہ مرتد کی سزا اصل کافر سے بڑھ کر ہے اور اس کی کئی وجوہات ہیں ایک وجہ یہ ہے کہ مرتد کو ہر حال میں قتل کردیا جاتا ہے اس پر نہ تو جزیہ لگایا جاسکتا ہے نہ ہی اس کا ذمہ لیا جاسکتا ہے جبکہ اصلی کافر کے ساتھ ایسا نہیں ہوتا ایک وجہ یہ بھی ہے کہ مرتد کو قتل کردیا جائے گا اگرچہ وہ لڑنے پر قادر نہ ہو، جبکہ اصلی کار اگر لڑنے والوں سے نہ ہو تو اکثر علماء ابوحنیفہ، مالک، احمد کے نزدیک اسے قتل نہیں کیا جاسکتا چنانچہ جمہور کا مذہب ہے کہ مرتد کو قتل کردیا جائے گا جیسا کہ مالک شافعی، احمد کا یہی مذہب ہے ایک اور وجہ یہ بھی ہے کہ مرتد نہ تو وارث بنتا ہے نہ ہی اس سے نکاح جائز

ہے، نہ اس کا ذبیحہ حلال ہے جبکہ اصلی کافر کے ساتھ ایسا نہیں ہے ایسے ہی دیگر احکامات۔

لہٰذا جب اصل دین سے مرتد بن جانا اصل دین کے ساتھ کفر کرنے سے زیادہ بڑا جرم ہے تو اصل دین کے احکامات سے مرتد ہو جانا اصل دین کے قوانین سے اصلاً خارج رہنے سے بڑا جرم ہوا یہی وجہ ہے کہ ہر مومن تا تاریوں کے احوال سے واقف ہے وہ جانتا ہے کہ تا تاریوں میں موجود فارسی اور عربی وغیرہ مرتدین ترک وغیرہ کے اصل کفار سے زیادہ بدتر ہیں اور ترک شہادتین کا اقرار کرنے کے بعد بہت سے احکامات شریعت چھوڑنے کے باوجود ان عربیوں اور فارسیوں وغیرہ مرتدین سے بہتر ہیں یہاں سے واضح ہوا کہ ان کے ساتھ مل جانے والا اصل مسلمان ان ترکیوں سے زیادہ برا ہے جو کافر تھے کیونکہ جب اصل مسلمان اسلام کے بعض احکامات سے مرتد ہو جائے تو وہ ان لوگوں سے زیادہ برا ہوتا ہے جو اس کے بعد ان احکامات کو اصلاً مانتے ہی نہیں ہیں مثلاً مانعین زکاۃ وغیرہ مرتدین کے جن کے خلاف ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے قتال کیا اور اگر شریعت کے بعض احکامات سے مرتد ہو جانے والا یہ شخص کوئی فقیہ یا صوفی یا تاجر یا مصنف وغیرہ ہو پھر بھی یہ ان ترکوں سے بدتر ہے جو ان احکامات کو سرے سے مانتے ہی نہیں اور پھر بھی اسلام پر ہونے کا اصرار کرتے ہیں اس لئے مسلمان ان لوگوں کو ان سے زیادہ نقصان دہ تصور کرتے ہیں اور وہ دین اسلام اور اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت و فرمانبرداری ان مرتد ہو جانے والوں کی اطاعت سے زیادہ کرتے ہیں جو شریعت کے بعض احکامات سے تو مرتد ہو گئے اور بعض میں منافقت اختیار کر لی اگرچہ بظاہر علم اور دین کے دعوے کرتے ہیں اور یہ زیاد سے زیادہ ملحد یا نصیری یا اسماعیلی یا رافضی ضرور ہوں گے اور ان میں جو سب سے بہتر ہیں وہ جہمی اتحادی اور اس جیسے ضرور ہوں گے کیونکہ اسلام کا اظہار کرنے والوں میں سے تا تاریوں کی طرف برضا و رغبت مل جانے والا کم ازکم منافق یا زندیق یا فاسق و فاجر ضرور ہوگا اور جن لوگوں کو وہ اپنے ساتھ ملنے پر مجبور کر دیتے ہیں تو انہیں بروز قیامت ان کی نیتوں کے مطابق دوبارہ زندہ کیا جائے گا لیکن ہم پر فرض یہ ہے کہ ان کی پوری جمعیت کے ساتھ قتال کریں کیونکہ مجبور اور غیر مجبور میں امتیاز ممکن نہیں ہے۔

اس کے بعد شیخ الاسلام ان لوگوں کا حکم بیان کرتے ہیں کہ جسے باغی جماعت یا شرعی قوانین سے

روکنے والی جماعت اپنے ساتھ مل کر مسلمانوں سے لڑنے پر مجبور کرتی ہوں نیز اس بات کی وضاحت بھی کرتے ہیں کہ ایسی جماعت سے قتال کرنا مسلمانوں پر فرض ہے جو دین سے باغی ہوجائیں اگرچہ اس میں ایسے لوگ بھی کیوں نہ ہوں جنہیں وہ اپنے ساتھ مل کر لڑنے کے لئے زبردستی لائے ہوں، نیز کافروں کی صف میں شامل ہوکر یا اسلامی احکامات کی باغی جماعت میں شامل ہوکر لڑنے والوں میں سے ہر ایک سے لڑنا فرض ہے اس پر اہل علم کا اتفاق ہے۔ نیز ایسے افراد سے لڑنا گویا مرتدین سے لڑنا ہی ہے کیونکہ مرتدین یا مشرکوں کی صف میں شامل ایسا شخص بظاہر مسلمانوں کے خلاف ہی ہوتا ہے چنانچہ فرماتے ہیں صحیح بخاری میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''ایک لشکر اس گھر پر حملہ آور ہوگا اور ابھی وہ بیداء نامی مقام پر ہی ہوں گے کہ انہیں زمین میں دھنسا دیا جائے گا کہا گیا یا رسول اللہ ان میں کچھ لوگ مجبور بھی ہوں گے فرمایا وہ اپنی نیتوں کے مطابق دوبارہ زندہ کئے جائیں گے۔ یہ حدیث کئی سندوں سے مروی ہے جو سب کی سب مرفوع ہیں اور کتب صحاح میں عائشہ، حفصہ اور ام سلمہ رضی اللہ عنہن سے مروی ہیں چنانچہ صحیح مسلم میں ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ [**يعوذ عائذ بالبيت فيبعث اليه بعث فاذا كانوا ببيداء من الارض خسف بهم فقلت يا رسول الله فكيف بمن كان كارها قال يخسف به معهم ولكنه يبعث يوم القيامة على نيته**] ''ایک شخص بیت اللہ کی پناہ لے گا پھر اس کی طرف ایک لشکر روانہ کیا جائے گا ابھی وہ بیداء نامی جگہ پر ہوں گے کہ انہیں زمین میں دھنسا دیا جائے گا میں نے کہا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان میں مجبور کا کیا بنے گا فرمایا اسے بھی ان کے ساتھ زمین میں دھنسا دیا جائے گا پھر بروز قیامت اسے اس کی نیت کے مطابق زندہ کیا جائے گا''۔ نیز بخاری ومسلم میں عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ [**عبث رسول الله صلی اللہ علیہ وسلم في منامه فقلنا يا رسول الله صنعت شيئا في منامك لم تكن تفعله فقال العجب ان ناسا من امتي يؤمون هذا البيت برجل من قريش وقد لجا الى البيت حتى اذا كانوا بالبيداء خسف بهم فقلنا يا رسول الله ان الطريق قد مجمع الناس قال نعم فيهم المستنصر والمجنون وابن السبيل فيهلكون مهلكا واحدا ويصدرون مصادرشتّى يبعثهم الله عزوجل على**

نیاتھم] ''رسول اللہ ﷺ نے اپنی نیند میں عجیب حرکت کی ہم نے کہا یا رسول اللہ جو آپ نے کیا آپ ایسا نہ کرتے تھے آپ نے فرمایا تعجب ہے میری امت کے کچھ لوگ قریش کے ایک شخص کی وجہ سے اس گھر کا قصد کریں گے اور اس نے اس گھر میں پناہ لے رکھی ہوگی حتی کہ جب وہ بیداء پہنچیں گے انہیں دھنسا دیا جائے گا ہم نے کہا یا رسول اللہ راستے میں تو ہر طرح کے لوگ ہوتے ہیں فرمایا ں ہاں ان میں مدد مانگنے والے اور مجنون اور مسافر سب ہی ہوں گے انہیں ایک بار ہی ہلاک کر دیا جائے گا اور وہ مختلف مقامات سے نکلیں گے اللہ عزوجل انہیں ان کی نیتوں کے مطابق دوبارہ زندہ کرے گا''۔ نیز صحیح بخاری کے الفاظ میں عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا **[یغزو جیش الکعبة فاذا کانوا ببیداء من الارض یخسف باولھم واخرھم قالت قلت: یارسول اللہ کیف یخسف باولھم وآخرھم وفیھم اسواقھم ومن لیس منھم، قال: یخسف باولھم وآخرھم ثم یبعثون علی نیاتھم]** ''ایک لشکر خانہ کعبہ پر حملہ کرنے آئے گا ابھی وہ بیداء نامی جگہ پر ہوں گے کہ ان کو شروع سے آخر تک زمین میں دھنسا دیا جائے گا، کہتی ہیں میں نے کہا یا رسول اللہ انہیں شروع تا آخر زمین میں کیوں کر دھنسا دیا جائے گا جبکہ ان میں ان کے مجبور بھی ہوں گے اور وہ بھی جو حقیقتاً ان سے نہ ہوں گے فرمایا: انہیں شروع تا آخر دھنسا دیا جائے گا پھر انہیں ان کی نیتوں کے مطابق دوبارہ زندہ کیا جائے گا''۔ نیز صحیح مسلم میں حفصہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا **[سیعود بھذا البیت – یعنی الکعبة – قوم لیست لھم منعة ولا عدد ولا عدة یبعث الیھم جیش یومئذ حتی اذا کانوا ببیداء من الارض خسف بھم قال یوسف بن ماھک واھل الشام یومئذ یسیرون الی مکة فقال عبداللہ بن صفوان اما واللہ ما ھو بھذا الجیش]** ''عنقریب اس گھر یعنی خانہ کعبہ میں ایک قوم پناہ لے گی جن کے پاس نہ قوت ہوگی نہ تعداد اور نہ تیاری ان کی طرف ایک لشکر روانہ کیا جائے گا ابھی وہ بیدا نامی جگہ پر ہونگے کہ انہیں زمین میں دھنسا دیا جائے گا یوسف بن ماہک نے کہا کہ ان دنوں اہل شام مکہ کی طرف بڑھ رہے تھے تو عبداللہ بن صفوان کہنے لگے اللہ کی قسم اس سے یہ لشکر مراد نہیں ہے''۔

تو اللہ تعالیٰ اس لشکر کو مجبور اور غیر مجبور ہر ایک سمیت ہلاک کر دے گا جو بیت اللہ کی حرمتوں کو پامال کرنا چاہے گا حالانکہ اللہ تعالیٰ انہیں ان کی نیتوں کے مطابق دوبارہ زندہ کرنے کے ساتھ اس بات پر بھی قادر ہے کہ ان میں تمیز کر دے، تو جب اللہ تعالیٰ تمیز نہیں کرے گا تو مومن مجاہدین پر کیوں کر واجب ہو سکتا ہے کہ وہ مجبور اور غیر مجبور میں فرق کریں۔ جبکہ وہ اس کا علم ہی نہیں رکھتے بلکہ اگر کوئی دعویٰ کرے کہ اسے مجبور کیا گیا تھا تو محض دعویٰ کرنے سے اس کی بات نہیں مانی جا سکتی جیسا کہ منقول ہے کہ عباس بن عبدالمطلب کو جب غزوہ بدر میں قید کیا گیا تو اس نے نبی علیہ السلام سے کہا یا رسول اللہ میں مجبور کیا گیا تھا تو آپ نے فرمایا[اما ظاهرک فکان علینا و اما سریرتک فالی الله]''آپ کا ظاہر تو ہمارے ذمہ ہے اور آپ کا باطن تو وہ اللہ کے سپرد ہے''۔ بلکہ اگر ان میں بہترین اور نیک ترین مسلمان ہوں اور انہیں قتل کئے بغیر ان سے لڑنا ممکن نہ ہو تو انہیں بھی قتل کر دیا جائے گا کیونکہ ائمہ دین کا اتفاق ہے کہ اگر کفار مسلمانوں کو ڈھال بنالیں اور جن مسلمانوں کو انہوں نے ڈھال بنایا ہو تو وہ ان کے ساتھ مل کر مسلمانوں سے مقابلے کے لئے نہ آئے ہوں اور لڑائی جاری رکھنے کی صورت میں ان مسلمانوں کے قتل کا خوف کفار کے قتل کی نیت کر کے ان پر تیز اندازی جائز ہے اور اگر ہمیں مسلمانوں کی جان جانے کا خوف نہ ہو تو اس صورت میں علماء کے دو اقوال میں سے ایک کے مطابق ان مسلمانوں پر تیر اندازی بھی جائز ہے اور جو اللہ اور اس کے رسول کے حکم کردہ جہاد کی وجہ سے قتل کر دیا جائے تو وہ باطن کے اعتبار سے مظلوم ہے اور وہ شہید ہوگا اور اسے اس کی نیت کے مطابق دوبارہ زندہ کیا جائے گا اور اس کا قتل مجاہدین مومنین میں سے کسی کے قتل سے زیادہ فساد کا سبب نہ ہوگا۔

اور جب جہاد فرض ہے اگرچہ اللہ کی مشیت کے تقاضے کے مطابق کچھ مسلمان بھی قتل کر دیئے جائیں تو ان کی صف میں شامل کسی مسلمان کو جہاد کی ضرورت کی بناء پر قتل کرنا اس سے بڑھ کر نہیں ہو سکتا بلکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس شخص کو جسے لڑنے پر مجبور کیا جائے یہ حکم دیا ہے کہ وہ اپنی تلوار توڑ ڈالے اور اس کے لئے لڑنا جائز نہیں ہے اگرچہ اسے قتل کر دیا جائے جیسا کہ صحیح مسلم میں ابوبکرۃ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا[انها ستكون فتن الا ثمّ تكون فتن الا ثمّ تكون فتن القاعد

فيها خير من الماشي والماشي فيها خير من الساعي الا فاذا نزلت او وقعت فمن كان له ابل فليلحق بابله ومن كانت له غنم فليلحق بغنمه ومن كانت له ارض فليلحق بارضه قال فقال رجل يا رسول الله ارايت من لم يكن له ابل ولا غنم ولا ارض قال يعمد الى سيفه فيدق على حده بحجر ثم لينج ان استطاع النجاة اللهم هل بلغت اللهم هل بلغت اللهم هل بلغت فقال رجل يا رسول الله ارايت ان اكرهت حتى ينطلق بى الى احدى الصفين او احدى الفئتين فيضربنى رجل بسيفه او بسهمه فيقتلنى قال يبوء باثمه واثمك ويكون من اصحاب النار] ''عنقریب فتنے ہوں گے خبردار! فتنے ہوں گے، خبردار! فتنے ہوں گے ان میں بیٹھے رہنے والا چلنے والے سے اور چلنے والا دوڑنے والے سے بہتر ہے خبردار جب وہ (فتنہ) شروع ہو یا واقع ہو تو جس کے اونٹ ہوں وہ اپنے اونٹوں میں چلا جائے اور جس کی بکریاں ہوں وہ اپنی بکریوں میں چلا جائے اور جس کی زمین ہو وہ اپنی زمین پر چلا جائے کہتے ہیں ایک شخص نے کہا یا رسول اللہ اس شخص کے متعلق بتایئے جس نہ اونٹ ہوں نہ بکریاں اور نہ ہی زمین فرمایا وہ اپنی تلوار پتھر پر مار کر کند کر لے پھر اگر بچ سکتا ہے تو بچ جائے یا اللہ کیا میں نے پہنچا دیا، یا اللہ کیا میں نے پہنچا دیا، یا اللہ کیا میں نے پہنچا دیا، ایک شخص نے کہا یا رسول اللہ مجھے بتایئے اگر مجھے مجبور کر دیا جائے حتی کہ مجھے دو صفوں یا دو گروہوں میں سے ایک میں لے جایا جائے پھر ایک شخص مجھ پر اپنی تلوار چلائے یا اپنا تیر مجھے مار کر قتل کر ڈالے؟ فرمایا: وہ اپنے اور تیرے گناہوں کے ساتھ پلٹے گا اور جہنمی ہوگا''۔ اس حدیث میں نبی علیہ السلام نے فتنے کے وقت قتال سے منع کیا ہے بلکہ الگ رہنے یا اسلحہ کو بے کار کر دینے کا حکم دیا تا کہ لڑنا ناممکن ہو جائے اور مجبور و غیر مجبور دونوں شامل ہیں پھر یہ بھی بتایا گیا کہ اگر مجبور مظلومانہ قتل کر دیا جائے تو قاتل اپنے اور اس کے گناہوں کا ذمہ دار ہوگا۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے آدم علیہ السلام کے دو بیٹوں کے قصے میں مظلوم بیٹے کے متعلق فرمایا کہ اس نے کہا [اِنِّیۡۤ اُرِیۡدُ اَنۡ تَبُوۡٓاَ بِاِثۡمِیۡ وَ اِثۡمِکَ فَتَکُوۡنَ مِنۡ اَصۡحٰبِ النَّارِ ۚ وَ ذٰلِکَ جَزٰٓؤُا الظّٰلِمِیۡنَ. (مائدۃ:29)] ''میں چاہتا ہوں کہ تو میرے اور اپنے گناہ کے ساتھ لوٹے پھر تو جہنمی ہو جائے

اور ظالموں کی یہی سزا ہے''۔

اور سنت اور اجماع کی رو سے اگر کسی پر کوئی حملہ کر دے تو اس کیلئے دفاع کرنا جائز ہے البتہ کیا اس کے لئے لڑ کر دفاع کرنا جائز ہے اس سلسلے میں اختلاف ہے امام احمد کے دو قول ہیں ایک یہ ہے کہ اس پر اپنا دفاع کرنا واجب ہے اگر چہ وہ صف میں حاضر نہ ہو دوسرا اول یہ ہے کہ اس کے لئے خود دفاع کرنا جائز ہے۔بس لیکن فتنے کے وقت لڑائی شروع کرنا بلا شبہ ناجائز ہے مقصود یہ ہے کہ فتنے کے وقت کسی کو لڑنے پر مجبور کیا جائے تو اس کے لئے لڑنا جائز نہیں ہے بلکہ اس پر اپنے ہتھیار کو بے کار کر دینا اور صبر کئے رہنا فرض ہے حتی کہ اسے قتل کر دیا جائے تو اسلامی قوانین سے باغی جماعت مثلاً زکاۃ نہ دینے والوں یا مرتد ہو جانے والوں کے ساتھ مل کر مسلمانوں کے خلاف لڑنے پر مجبور کئے جانے والے کے لئے لڑنا کیونکر جائز ہو سکتا ہے؟ بلا شبہ اگر اسے لڑائی میں آنے پر مجبور کر دیا جائے تو اس پر واجب ہے کہ نہ لڑے اگر چہ اسے مسلمان قتل کر دیں جیسا کہ کفار اسے اپنی صف میں مسلمانوں سے لڑنے کے لئے شامل ہونے پر مجبور کریں اور جیسا کہ اگر ایک شخص کو دوسرا شخص کسی بے قصور مسلمان کے قتل پر مجبور کرے تو تمام مسلمانوں کا اتفاق ہے کہ ان صورتوں میں اس کے لئے لڑنا جائز نہیں ہے اگر چہ قتل کی دھمکی دے کر اسے مجبور کرے کیونکہ اس بے قصور مسلمان کے بدلے اس کی جان کی حفاظت اہمیت نہیں رکھتی جبکہ اس کے برعکس ہے (یعنی اس مجبور کے قتل کے بدلے میں اس بے قصور کی جان کی حفاظت اہم ہے۔مترجم) لہٰذا اس کے لئے جائز نہیں کہ کسی پر ظلم کرے تا کہ خود قتل سے بچ جائے بلکہ اگر وہ ایسا کر گزرے تو اکثر علماء احمد، مالک کے نزدیک اور امام شافعی کے دو قولوں میں سے ایک کے مطابق مجبور کرنے اور مجبور کئے جانے والوں پر قصاص واجب ہے اور امام شافعی کے دوسرے قول اور ابوحنیفہ اور محمد کے نزدیک فقط مجبور کرنے والے پر قصاص واجب ہے۔اور زفر کے نزدیک بلا واسطہ مجبور کرنے والے پر قصاص واجب ہے اور ابو یوسف قصاص کو واجب نہیں کرتے بلکہ اس کے بدلے دیت فرض قرار دیتے ہیں اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے اصحاب الاخدود (خندقوں والے) کا قصہ منقول ہے اور اس میں یہ بھی ہے کہ [ان الغلام امر بقتل نفسه لاجل مصلحة ظهور الدين] ''لڑکے نے خود کو

قتل کردینے کا حکم دیا غلبہ دین کی حکمت کے تحت"(صحیح مسلم)۔یہی وجہ ہے کہ ائمہ اربعہ نے جائز قرار دیا ہے کہ اگر مسلمانوں کی کوئی مصلحت ہوتو مسلمان کفار میں داخل ہوجائے اگر چہ اسے گمان ہو کہ وہ اسے قتل کردیں گے اس مسئلے میں دوسرے مقام پر ہم تفصیلی بحث کر چکے ہیں۔

چنانچہ جب کسی کے لئے جہاد کی حکمت عملی اور مصلحت کے تحت ایسا کام کرنا جائز ہے جس میں اسے اپنے قتل کا یقین ہوتو دینی مصلحت کے حصول اور دین ودنیا سے متعلق دشمن کے نقصان سے بچنے کی خاطر اس کے علاوہ کسی اور کو قتل کرنا بالاولیٰ جائز ہوا۔ بشرطیکہ وہ مصلحت کسی اور طریق سے حاصل نہ ہوسکتی ہواور نہ ہی کسی اور طریق سے اس نقصان سے بچا جا سکتا ہواور جب سنت اور اجماع دونوں کا اتفاق ہے کہ مسلمان حملہ آور کے حملے کے علاوہ قتل ہوئے بچا نہیں جاسکتا تو قتل ہوجایا جائے گا اگر چہ جو مال وہ لینا چاہتا ہو وہ ربع دینار ہی ہو جیسا کہ صحیح حدیث میں نبی ﷺ نے فرمایا کہ [**مــن قتــل دون مــالــه فهــو شهيــد ومـن قتل دون دمه فهو شهيد ومن قتل دون حرمه فهو شهيد**]"جو اپنے مال کے دفاع میں قتل کردیا جائے وہ شہید ہے اور جو اپنے خون کے دفاع میں قتل کردیا جائے وہ شہید ہے اور جو اپنی عزت کے دفاع میں قتل کردیا جائے وہ شہید ہے"۔

تو اسلامی قوانین سے بغاوت اللہ اور اس کے رسول سے جنگ کرنے والوں سے قتال کیوں کر جائز نہیں؟ ان سرکش حملہ آوروں سے لڑنا سنت اور اجماع دونوں سے ثابت ہے اور یہ سرکش مسلمانوں کی جانوں، ان کے مالوں، ان کی عزتوں اور ان کے دین پر حملہ آور ہیں جو ان کی حفاظت میں قتل کیا جاتا ہے وہ شہید ہے، تو جو لوگ انہیں برباد کرنے کے لئے لڑتے ہیں وہ کیا ہوئے؟ وہ بدترین باغی اور متأول اور ظالم ہوئے۔

میں کہتا ہوں: کہ جو عام اور ظاہری اسلامی قوانین میں سے کسی بھی ایک قانون سے باغی جماعت کے ساتھ مل کر لڑتا ہے اس سے قتال کے فرض ہونے پر علماء کا اتفاق ہے اور ان سے اسی طرح لڑا جائے گا جس طرح مرتدین سے لڑا جاتا ہے نہ کہ اس طرح کہ جس طرح متأول (مجتہد) باغیوں سے لڑا جاتا ہے اور ان کے تمام افراد کے حکم وہی ہے جو ان کے بڑوں کا ہے۔اور اسی بناء پر مرتد حکام کے لئے

لڑنے والے فوجیوں یا لشکروں سے قتال فرض ہونے پر ان تمام ائمہ اسلام کا اتفاق ہے کہ جن کی بات کو مانا جاتا ہے اور ان سے قتال گو یا مرتدین ہی سے لڑنا ہے اسی لئے شیخ الاسلام امام ابن تیمیہ رحمہ اللہ نے واضح طور پر فرمایا کہ مسلمانوں کے لشکر سے بھاگ جانے والے امراء وغیرہ جو تاتاریوں کی صف میں شامل تصور کئے جانے لگے ان سے مرتدین کی طرح لڑا جائے گا اور جو کہتا ہے کہ ان سے باغی متأولین (مجتہدین) کی طرح لڑا جائے گا اس نے غلط کہا۔ چنانچہ فتاویٰ (542-541/20) میں فرماتے ہیں: ''لیکن جو کہتا ہے کہ ان سے اس طرح لڑا جائے گا جس طرح باغی متأولین (مجتہد) سے لڑا جاتا ہے تو اس نے بڑی فاش غلطی کی اور وہ گمراہ ہوگیا کیونکہ باغی متأولین کے پاس کم از کم ایک وجہ جواز تو ہوتی ہے جس کی بناء پر وہ بغاوت کرتے ہیں اور اسی لئے علماء کا کہنا ہے کہ مسلمانوں کا امام ان سے پیغام رسانی کرے گا اگر وہ کوئی شبہ پیش کریں تو اس کی وضاحت کرے گا اور اگر ظلم یا ناانصافی کا تذکرہ کریں تو اس کا ازالہ کرے گا لیکن اللہ اور اس کے رسول سے جنگ کرنے اور زمین میں فساد مچانے والے اور دینی احکامات سے باغی ان لوگوں کے پاس کون سا شبہ ہے اور پھر اس بات میں بھی کوئی شبہ نہیں ہے کہ وہ یہ نہیں کہتے کہ علم یا عمل کے اعتبار سے دین اسلام کو اس جماعت (تاتاریوں کے مدمقابل جماعت غالباً واللہ اعلم ۔مترجم) سے زیادہ قائم کردیں گے بلکہ اپنے دعوی اسلام کے ساتھ ساتھ وہ یہ بھی جانتے ہیں کہ یہ جماعت اسلام کو ان سے زیادہ جانتی بھی ہے اور اس پر ان سے زیادہ عمل بھی کرتی ہے بلکہ آسمان کی چھت کے نیچے ہر مسلمان اور ہر کافر یہ بات جانتا ہے اس کے باوجود وہ مسلمانوں کو لڑائی سے ڈراتے ہیں یہ بات ناممکن ہے کہ ان کے پاس مسلمانوں سے لڑائی کے جواز پر کوئی واضح شبہ ہو اور ہو بھی کیونکر جبکہ وہ اپنی اس رعایا کی اکثر عورتوں کو قیدی بنا چکے ہیں جس نے ان سے لڑائی نہیں کی حتی کہ لوگ انہیں دیکھتے ہیں کہ وہ مزارات کی تعظیم تو کرتے ہیں لیکن ان میں موجود اموال لے لیتے ہیں اور کسی شخص کو تعظیم تو کرتے ہیں اور اس سے تبرک بھی حاصل کرتے ہیں لیکن اس کے کپڑے بھی اتار لیتے ہیں اور اس کی بیویوں کو قید کر لیتے ہیں اور اسے ایسے سخت سزائیں دیتے ہیں جو صرف بہت بڑے مجرم کو دی جاسکتی ہیں جبکہ دینی تاویل کرنے والا صرف نافرمان کو ہی سزا دیتا ہے جبکہ

وہ اسے ہی سزا دیتے ہیں جس کی وہ حد سے زیادہ تعظیم کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ وہ ان کے نزدیک اللہ سے بھی زیادہ قابل اتباع ہے (نعوذ باللہ من ذلک) تو ان کے پاس کیا تاویل ہوسکتی ہے؟ پھر اگر یہ مان لیا جائے کہ وہ متأول (مجبور) ہیں پھر بھی ان کی تاویل جائز نہ ہوگی بلکہ خارجیوں اور مانعین زکاۃ کی تاویلات تو ان کی تاویلات سے زیادہ مناسب تھیں۔

میں کہتا ہوں کہ: مرتدین کے حامی ومددگار متعین طور پر کافر ہیں اور اس کی دلیل یہ ہے کہ جب صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے مسیلمہ کذاب اور طلیحۃ الاسدی کے پیروکار مرتدین کے خلاف قتال کیا ان کے گروہ میں مارے جانے والوں کو جہنمی قرار دیا جبکہ مارے جانے والے افراد بلاشبہ متعین ومعلوم تھے ایسے اہل السنۃ والجماعۃ میں اس بات پر بھی اتفاق ہے کہ کسی یقینی کافر کے سوا متعین طور پر کسی پر کفر کا حکم لگانا جائز نہیں ہے البتہ یقینی کافر جیسے فرعون، ابلیس، ہامان، قارون، ابولہب، ابوجہل اور ان جیسے دیگر متعین کفار جو کفر پر ہی مرے ان کو یقین کی بناء پر کافر کہنا جائز ہے۔

جیسا کہ صحیح مسلم **کتاب الایمان باب الدلیل علی من مات علی الکفر لاینفعہ عمل** 196/1 میں عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ [**قلت یا رسول اللہ ان ابن جدعان کان فی الجاھلیۃ یصل الرحم و یطعم المسکین فھل ذلک نافعہ؟ قال: لا ینفعہ انہ لم یقل یوما رب اغفرلی خطیئتی یوم الدین**] ''میں نے کہا یا رسول اللہ عبداللہ بن جدعان دور جاہلیت میں صلہ رحمی کیا کرتا تھا اور محتاجوں کو کھانا کھلاتا تھا تو کیا یہ اسے نفع دے گا؟ آپ نے فرمایا: یہ اسے نفع نہیں دے سکتا کیونکہ اس نے ایک دن بھی ایسا نہیں کہا کہ اے میرے رب بروز جزاء میرے گناہ بخش دینا''۔ نیز انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ [**ان رجلًا قال یا رسول اللہ أین أبی قال فی النار قال فلما قفی الرجل دعاہ فقال ان ابی و اباک فی النار**] ''ایک شخص نے کہا یا رسول اللہ میرا والد کہاں گیا۔ فرمایا: آگ میں، پھر جب وہ آدمی چلا گیا آپ نے اسے بلوایا اور کہا بے شک میرے والد اور تیرے والد آگ میں ہیں''۔ **مسلم باب بیان ان من مات علی الکفر فھو فی النار** (196/1) نیز عباس بن عبدالمطلب رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ انہوں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے کہا [**ماأغنیت عن عمک فانہ**

كان يحوطك ويغضب لك قال هو فى ضحضاح من نار ولو لا ان لكان فى الدرك الاسفل من النار]''آپ نے اپنے چچا (ابوطالب) کے لئے کچھ نہ کیا جبکہ وہ آپ کی حفاظت کیا کرتے تھے اور آپ کی وجہ سے غصہ ہوتے تھے آپ نے فرمایا وہ جہنم کی سطح کے قریب ہیں اور اگر میں نہ ہوتا تو وہ جہنم کے نچلے ترین طبقے میں ہوتے''۔(بخاری مع الفتح کتاب مناقب الانصار باب قصة ابی طالب:193/7،مسلم کتاب الایمان باب التخفیف عن ابی طالب مع شرح مسلم للنووی:84/3)

نیز صحیح مسلم کی ایک روایت میں ہے کہ [**فهل نفعه ذلک قال نعم وجدته فى غمرات من النار فاخرجته الى ضحضاح**]''تو کیا اسے (ابوطالب) کو یہ (خدمات) نفع دیں گی آپ نے فرمایا: ہاں میں نے انہیں جہنم کی لپیٹوں میں پایا تو میں انہیں جہنم کی سطح کے قریب لے آیا''۔ نیز ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آپ کے چچا ابوطالب کا ذکر کیا گیا تو آپ نے فرمایا[**لعله تنفعه شفاعتى يوم القيامة فيجعل فى ضحضاح من النار يبلغ كعبيه يغلى منه دماغه**]''شاید کہ اسے بروز قیامت میری سفارش فائدہ پہنچادے، پھر اسے جہنم کی سطح کے قریب کردیا جائے آگ اس کے ٹخنوں تک پہنچے جس کی وجہ سے اس کا دماغ کھولے گا''۔(بخاری مع الفتح:93/7 کتاب مناقب الانصار باب قصة ابی طالب ، مسلم مع شرح نووی کتاب الایمان باب التخفیف عن ابی طالب:85/3)

نیز صحیح مسلم مع شرح نووی:85/3 کتاب الایمان میں ابن عباس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا[**اهون اهل النار عذابا ابو طالب وهو منتعل بنعلين يغلى منهما دماغه**]''جہنم والوں میں سب سے ہلکا عذاب ابوطالب کا ہے اور وہ آگ کی دو جوتیاں پہنے ہوئے ہے ان جوتیوں کی وجہ سے اس کا دماغ کھولتا ہے''۔ امام نووی شرح مسلم (79/3) میں حدیث کہ''میرے والد اور تیرے والد آگ میں ہیں'' کی شرح میں فرماتے ہیں:''اس میں اس بات کی دلیل ہے کہ جو حالت کفر میں مرے وہ جہنمی ہے اور اسے اس کے قریبی رشتہ دار بھی نفع نہ پہنچا سکیں گے اگرچہ وہ اللہ کے مقربین میں سے ہوں''۔

نیز عمران بن حصین رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ ان کے والد حصین نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے اور کہنے لگے

[ارايت رجلا كان يقرى الضيف ويصل الرحم مات قبلك وهو ابوك فقال ان ابى وابـاك وانـت فـى الـنار] ''اس شخص کے متعلق بتائیے جو مہمان نوازی اور صلہ رحمی کرتا تھا اور آپ سے پہلے ہی مر گیا اور وہ آپ کا والد ہے آپ نے فرمایا بے شک میرا والد اور تیرے والد اور تو خود جہنمی ہیں''۔ چنانچہ حصین بھی مشرک ہی مرا۔ (ملاحظہ ہو مجمع الزوائد للهيثمى: 117/1 امام ہیثمی فرماتے ہیں اس حدیث کو طبرانی نے روایت کیا اور اس کے رجال صحیح بخاری کے رجال ہیں)

نیز سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ایک دیہاتی نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا اور کہنے لگا [يـــا رسول الله اين ابى؟ قال فى النار قال أين ابوک؟ قال حيثما مررت بقبر كافر فبشره بـالـنـار] ''یارسول اللہ میرے والد کہاں ہیں فرمایا: جہنم میں اس نے کہا اور آپ کے والد فرمایا تو جہاں بھی کسی بھی کافر کی قبر سے گزرے تو اسے جہنمی ہونے کی خوشخبری دے دے''۔ (امام ہیثمی مجمع الزوائد 118/1: میں فرماتے ہیں: ''اسے بزار اور طبرانی نے کبیر میں روایت کیا ہے اور یہ اضافہ بھی کیا کہ وہ دیہاتی مسلمان ہو گیا اور کہنے لگا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے انتہائی مشکل کام سونپا ہے میں جس مشرک کی قبر سے بھی گزروں اسے جہنمی ہونے کی بشارت دیتا ہوں اور اس حدیث کے رجال صحیح بخاری کے رجال ہیں)

نیز ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہتی ہیں کہ [قلت يا رسول الله ان عمى هشام ابن المغيرة كـان يـطـعـم الطعام ويصل الرحم ويفعل ويفعل فلو ادركك اسلم فقال رسول الله صلی اللہ علیہ وسلم كـان يـعـطـى لـلـدنـيـا وحـمـدهـا وذكـرهـا مـا قـال يـوم قط اللهم اغفرلي يوم الـديـن] ''میں نے کہا یارسول اللہ میرے چچا ہشام بن مغیرہ کھانا کھلاتے اور صلہ رحمی کرتے اور فلاں فلاں کام کرتے تھے اور اگر آپ کو پا لیتے تو اسلام لے آتے۔ آپ نے فرمایا: وہ دنیا اور دنیا میں تعریف اور دنیا کی شہرت کے لئے کرتا تھا اور اس نے ایک دن بھی نہیں کہا کہ یا اللہ بروز جزاء مجھے بخش دینا''۔ (امام ہیثمی مجمع الزوائد: 118/1 میں فرماتے ہیں: اسے ابویعلیٰ نے اور طبرانی نے کبیر میں روایت کیا ہے اور اس کے رجال صحیح بخاری کے رجال ہیں)

نیز سلمہ بن یزید الجعفی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہتے ہیں [انـطلقت انا واخى وابى الى رسول الله صلی اللہ علیہ وسلم قـال قـلـنـا يا رسول الله ان امنا مليكة كانت تصل الرحم وتقرى الضيف وتفعل

وتفعل هلكت فى الجاهلية فهل ذلك نافعها شيئا قال لا قلنا فانها وأدت اختا لها فهل ذلك نافعها شيئا قال الوائدة والموؤدة فى النار الا ان تدرك الوائدة الاسلام ليعفو الله عنها]''میں اور میرا بھائی اور میرے والد رسول اللہ ﷺ کے پاس آئے کہتے ہیں ہم نے کہا یارسول اللہ! ہماری ماں ملیکہ جاہلیت میں مرگئی اور وہ صلہ رحمی کرتی تھی، مہمان نوازی کرتی تھی اور فلاں فلاں کام کرتی تھی تو کیا یہ اسے کچھ فائدہ دے گا آپ نے فرمایا نہیں کہتے ہیں ہم نے کہ اس نے اپنی ایک بہن کو زندہ درگور کردیا تھا تو کیا یہ اسے (یعنی ہماری خالہ جسے ہماری ماں نے زندہ درگور کیا) فائدہ دے گا آپ نے فرمایا زندہ درگور کرنے کرنے والی اور زندہ درگور کی گئی دونوں جہنمی ہیں الا یہ کہ درگو کرنے والی اسلام لے آئے تا کہ اللہ اس سے درگزر فرمادے''۔(امام ہیثمی مجمع الزوائد: 119/1 میں فرماتے ہیں: اسے امام احمد نے روایت کیا ہے اور اس کے رجال صحیح بخاری کے رجال ہیں اور طبرانی نے کبیر میں اسی طرح روایت کی ہے)

اس کے علاوہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے مرتدین مقتولین کے متعلق جہنمی ہونے کی شہادتیں دی تھیں جبکہ وہ متعین اور معلوم افراد تھے جیسا کہ ہم بیان کر چکے ہیں چنانچہ امام ثوری کی سند سے مروی ہے وہ قیس بن مسلم سے اور وہ طارق بن شہاب سے روایت کرتے ہیں انہوں نے کہا کہ ''جب بزاخہ یعنی اسد اور غطفان کا وفد ابوبکر رضی اللہ عنہ کے پاس صلح کرنے کے لئے آیا تو ابوبکر رضی اللہ عنہ نے انہیں اختیار دیا کہ یا تو انتہائی سخت جنگ کریں یا انتہائی رسوائی کے تیار رہیں، تو وہ کہنے لگے اللہ کے رسول کے خلیفہ سخت جنگ سے تو ہم واقف ہیں یہ انتہائی رسوائی کیا ہوگی؟ فرمایا تم سے تمہارے دودھ دینے والے چوپائے اور قابل زراعت زمینیں لے لی جائیں گی اور تمہیں ایسی قوم کی حیثیت دی جائے گی جو اونٹوں کے پیچھے چلتے ہیں حتیٰ کہ اللہ تعالیٰ اپنے نبی کے خلیفہ اور مومنوں کو کوئی ایسی بات سجھادے کہ وہ اس کے سبب تمہیں معذور قرار دے دیں نیز تم نے ہم سے جو کچھ لیا ہے وہ واپس کرو گے اور ہم نے تم سے جو کچھ لیا وہ واپس نہ کریں گے اور تم اپنے مقتولین کے متعلق گواہی دو گے کہ وہ جہنمی ہیں اور ہمارے مقتولین جنتی ہیں اور تم ہمارے مقتولین کی دیت دو گے اور ہم تمہارے مقتولین کی دیت نہیں دیں گے تو عمر رضی اللہ عنہ کہنے لگے آپ کی یہ بات کہ تم ہمارے مقتولین کی دیت دو گے تو حقیقت یہ ہے کہ ہمارے مقتولین تو اللہ کے حکم کی بناء

پر قتل کیئے گئے چنانچہ ان کی دیت نہیں ہونی چاہیے چنانچہ عمر رک گئے اور دوسری مرتبہ میں عمر رضی اللہ عنہ نے کہا آپ کی رائے ہی بہتر ہے"۔(ملاحظہ ہو البداية والنهاية لابن كثير: 3-351/6، نیز ابو بکر باقلانی نے اسے المستخرج میں اور حمیدی نے الجمع بين الصحيحين میں اور برقانی نے اسے بخاری کی سند سے ہی تفصیل کے ساتھ روایت کیا ہے جبکہ بخاری نے مختصر روایت کی ہے ملاحظہ ہو فتح الباری: 210/13)

البتہ امام بخاری نے یہ روایت ثوری کی سند سے مختصراً روایت کی ہے کہتے ہیں: "مجھے قیس بن معمر نیے طارق بن شہاب سے روایت بیان کی انہوں نے ابو بکر رضی اللہ عنہ سے روایت کی انہوں نے بزاخہ کے وفد سے کہا کہ تم اونٹوں کی دموں کے پیچھے چلو گے حتی کہ اللہ اپنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے خلیفہ اور مہاجرین کو کوئی بات سجھادے کہ وہ اس کی وجہ سے تمہیں معذور قرار دے دیں"۔(صحيح بخاری مع الفتح كتاب الاحكام باب الاستخلاف: 206/13 حدیث نمبر 7221 اسی وجہ سے حافظ ابن حجر (فتح الباری: 210/13) میں فرماتے ہیں: اور ان کا قول کہ "تمہارے مقتولین جہنمی ہوں گے" اس کا معنی ہے کہ دنیا میں ان کی دیتیں نہ ہوں گی کیونکہ وہ اپنے شرک پر ہی مرے لہٰذا ان کا قتل حق ہے چنانچہ ان کی دیت نہیں ہوگی۔ پھر آگے چل کر فرماتے ہیں: ظاہر یہی ہوتا ہے کہ انہیں ایک ٹارگٹ تک مہلت دینے کا مطلب یہ تھا کہ ان کی توبہ اور نیکی اور اسلام کی عمدگی ظاہر ہو جائے۔ فتح الباری: 211/13)

ان آثار سے ہمارے موقف (کہ مرتدین کے مقتولین متعین طور پر جہنمی اور کافر ہوں گے) کی دلیل یہ ہے کہ ابو بکر رضی اللہ عنہ نے وفد بزاخہ اسد وغطفان سے کہا کہ "تمہارے مقتولین جہنمی ہوں گے" اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے بھی ان سے موافقت کی لہٰذا یہ مرتدین کے حامی و مددگار و کے متعین طور پر کافر ہونے پر صریح اجماع سکوتی ہے۔

کیا طاغوت کے حامیوں اور مددگاروں کے متعلق یہ شرط لگائی جائے گی کہ ان میں اسباب کفر وافر طور پر موجود ہوں اور موانع کفر نہ ہوں؟

لیکن کیا طاغوت کے حامیوں اور مددگاروں کے متعلق یہ شرط لگائی جا سکتی ہے کہ ان میں اسباب کفر بہت زیادہ ہوں نیز موانع کفر (وہ سبب جو انہیں کافر قرار نہ دینے دے) بھی نہ ہوں؟ اس سوال کے جواب میں ہم کہتے ہیں کہ: اہل علم کے نزدیک کسی کو کافر قرار دینے کا اصول یہ ہے کہ جو شخص ایسی بات کہے یا ایسا کام کرے جس کے مرتکب کے کافر ہونے کا فیصلہ شارع نے دیا ہو تو وہ اس کفریہ قول کے

کہنے یا اس کفریہ فعل کے کرنے کے ساتھ ہی کافر ہو جائے گا بشرطیکہ اس کے حق میں اسباب کفر وافر ہوں اور موانع کفر بھی نہ ہوں۔

کفر کا حکم لگانے کی شروط درج ذیل ہیں:

کفریہ قول وفعل کا مرتکب عاقل ہو، بالغ ہو تو وہ بلاشبہ کافر ہے۔

اوراس کے حق میں موانع تکفیر (موانع جمع ہے مانع کی اس سے مراد رکاوٹ ہے یعنی اس پر کفر کا حکم لگانے میں جو چیز رکاوٹ ہو اسے مانع کہتے ہیں) سے مراد ہے کہ وہ بچہ نہ ہو، نہ ہی پاگل یا ناقص العقل ہو، اور نہ ہی حکم شرعی سے جاہل ہو، نیز اس سے کفریہ قول وفعل حالت نیند یا بھول سے یا عقل ختم ہونے کے وقت صادر نہ ہوا ہو، جیسے شدید ترین غصے یا شدید ترین خوشی کی حالت میں جیسا کہ ایک حدیث میں آتا ہے کہ ایک شخص نے کہا تھا [اللھم انت عبدی وانا ربک اخطأ من شدة الفرح] ''یا اللہ تو میرا بندہ اور میں تیرا رب ہوں اس نے خوشی کی شدت سے غلط کہہ دیا''۔ اور اجتہاد کرنے میں غلطی یا دلیل شرعی کا کفر پر قطعی الدلالۃ نہ ہونا، یا قول وفعل کا کفر ہونے میں غیر صریح ہونا بھی موانع کفر میں داخل ہے۔ لیکن ان شروط اور موانع کا اعتبار اس شخص کے متعلق ہو گا جس پر قدرت پالی جائے لیکن جس کے خلاف طاقتور ہونے کی وجہ سے یا کسی جماعت کے ہونے کی وجہ سے کاروائی نہ کی جاسکتی ہو اس کے متعلق ان شروط کا اعتبار نہیں کیا جائے گا جیسے مرتدین اور مانعین زکاۃ اور طاغوت کے حامی ومددگاران کے متعلق شروط تکفیر کے وافر ہونے اور موانع کفر کے نہ ہونے کی شرط نہیں لگائی جائے گی اوراس کی دلیل یہ ہے کہ ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے مرتدین اور مانعین زکاۃ سے قتال کیا جبکہ ان کے حق میں شروط کفر وافر نہ تھیں نہ ہی موانع کفر کا معاملہ واضح تھا اوراس کی وجہ یہ ہے کہ مرتدین جو عرب کے بہت سے قبیلے تھے ان کی تعداد اس قدر زیادہ تھی کہ اس شرط کے وجود یا عدم وجود کو معلوم کرنے کی کوئی صورت ممکن نہ تھی اور اس بارے میں امام ابن کثیر رحمہ اللہ البدایۃ والنہایۃ :3-342/6 میں فرماتے ہیں: ''جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات ہوئی تو بہت سے قبیلے مرتد ہو گئے اور مدینہ میں نفاق عام ہو گیا اور بنوحنیفہ مسیلمہ کذاب کے پاس اور بہت سے لوگ یمامہ چلے گئے اور بنواسد اور بنوطے اور بہت سے لوگ طلحہ

اسدی کی طرف متوجہ ہوگئے اور اس نے بھی مسیلمہ کذاب کی طرح نبوت کا دعویٰ کر دیا اور صورتحال بگڑی حالات انتہائی سنگین ہوگئے اور ابوبکر رضی اللہ عنہ نے اسامہ رضی اللہ عنہ کے لشکر کو بھی روانہ کر دیا لہٰذا ابوبکر رضی اللہ عنہ کے پاس لشکر کم پڑ گیا تو بہت سے بدو مدینہ کی طرف نیت خراب کرنے لگے اور ایک دوسرے کو اس پر حملہ کرنے کے لئے آمادہ کرنے لگے چنانچہ ابوبکر رضی اللہ عنہ نے مدینہ کے راستوں پر چوکیدار متعین کر دیئے جو چھوٹے لشکروں کے ساتھ پہرہ دیتے............

نیز محمد بن اسحاق رحمہ اللہ فرماتے ہیں: ''رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے وقت مکہ کی مسجد حرام اور مدینہ کی مسجد نبوی والوں کے علاوہ سارا عرب مرتد ہوگیا اسد، غطفان مرتد ہوگئے ان کا بڑا طلیحہ بن خویلد الاسدی کاہن تھا اور کندہ اور ان کے اریب قریب کے علاقے والے بھی مرتد ہوگئے اور ان کا بڑا اشعث بن قیس کندی تھا اور مذحج اور اس کے قریب کے علاقے والے مرتد ہوگئے اور ان کا بڑا اسود بن کعب عنسی کاہن تھا اور ربیعہ معرور بن نعمان بن منذر کے ساتھ مرتد ہوگئے اور حنیفہ مسیلمہ بن حبیب کذاب کے ساتھ مل گئے اور سلیم فجأۃ جس کا نام انس بن عبد یالیل تھا کے ساتھ مل گئے اور بنو تمیم سجاح کاہنہ کے ساتھ مل گئے''۔ (ملاحظہ ہو البدایة والنهایة لابن کثیر: 3-344/6 واضح رہے یہ سب مختلف قبائل کے نام ہیں)

میں کہتا ہوں: ابوبکر رضی اللہ عنہ کے زمانے میں جب ارتداد سارے عرب میں پھیل گیا تو کیا یہ تصور کیا جاسکتا ہے کہ ابوبکر رضی اللہ عنہ نے ان کے متعلق شروط کفر وافر ہونے اور موانع کفر کے نہ ہونے کا اعتبار کیا ہو؟ اور ایسا کرنے کے بعد ہی ان سے قتال کیا ہو؟ یہ ناممکن ہے اسی بناء پر انہوں نے ان سے قتال میں تیزی دکھائی کیونکہ مرتدین کے پاس طاقت تھی یا جماعت تھی امام یا خلیفہ وقت کے قبضے میں آنا اور پھر امام یا خلیفہ وقت کا انہیں اسلامی احکامات کا پابند کرنا ناممکن تھا کیونکہ ان کے پاس اپنی قوت اور اپنی جماعت تھی اور یہ بات طے شدہ ہے کہ جس پر اس کی قوت یا عددی کثرت کی بناء پر قابو نہ پایا جاسکتا ہو اس کے متعلق شروط کفر کے وافر ہونے اور موانع کفر کے نہ ہونے کا اعتبار ممکن نہیں رہتا اس لئے ان کے بغیر ہی اس سے قتال کیا جاتا ہے اور اس لئے بھی کہ جن پر قابو پالیا جائے اور جن پر قابو نہ پایا

جا سکتا ہو دونوں کا حکم مختلف ہوتا ہے مثلاً جس کے پاس قوت ہو یا عددی کثرت یا وہ جماعت ہوں جیسے باغی، یا ڈاکو ہوں، یا جنگجو ہوں، یا مرتدین اور ان جیسے دیگر تو علماء ان میں مقدور غلبہ (یعنی جس پر قابو پا لیا جائے) اور غیر مقدور علیہ (یعنی جس پر قابو نہ پایا جا سکتا ہو) کا فرق کرتے ہیں۔

چنانچہ امام ابوبکر الحسینی الشافعی اپنی کتاب کفایۃ الاخبار صفحہ 491 باب قتال البغاۃ میں فرماتے ہیں: ''باغیوں سے تین شرطوں کے ساتھ لڑا جا سکتا ہے:

1): ان کے پاس قوت ہو۔

2): وہ امام کے قابو سے باہر ہوں۔

3): ان کے پاس کوئی وجہ جواز ہو۔

پھر صفحہ 492 پر اس کی شرح میں فرماتے ہیں: ''باغیوں کی چند صفات ہوتی ہیں جن کی بناء پر وہ امام سے دیگر بغاوت کرنے والوں سے ممتاز ہو جاتے ہیں ان میں سے ایک شرط یہ بھی ہے کہ ان کے پاس قوت ہو، اس طرح کہ عددی کثرت ہو کہ امام کو انہیں تابع کرنے میں مشکلات درپیش ہوں اور مال وزر خرچ کرنا پڑے اور افراد تیار کرنا پڑیں اور باقاعدہ لڑائی لڑنا پڑے اور اگر وہ چند افراد ہوں جن پر قابو پانا آسان ہو پھر وہ باغی نہیں اور محقق علماء کے نزدیک راجح قول کے مطابق ان کے کسی بستی یا صحراء میں اکیلے ہونے کی شرط نہیں لگائی جائے گی، رافعی کہتے ہیں: ''بسا اوقات امام کے قبضے سے نکل جانے کا بھی اعتبار کیا جاتا ہے اور شیخ کے نزدیک دوسری شرط یہی ہے''۔

میں کہتا ہوں: ان کے قول میں شیخ سے مراد امام اصبہانی ہیں جنہوں نے **متن الغایۃ** اور تقریب لکھی ہے اور یہ اس لئے کہ کفایۃ الاخبار اسی متن مذکور کی شرح ہے۔

نیز شیخ الاسلام امام ابن تیمیہ رحمہ اللہ مجموع الفتاویٰ: 349/28 میں فرماتے ہیں: ''اللہ اور اس کے رسول کے نافرمان کے لئے شریعت کی بیان کردہ سزائیں دو طرح کی ہیں: (۱): مقدور علیہ (جس پر قابو پا لیا جائے۔ (۲): غیر مقدور علیہ (جس پر قابو نہ پایا جا سکتا ہو) کی سزائیں مثلاً وہ جماعت جس کے پاس طاقت ہو اور اس سے لڑے بغیر اس پر قابو نا ممکن ہو''۔ نیز امام نووی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: ''وہ

امام کی بغاوت کر کے اور اس کی اطاعت چھوڑ کر یا ان کے ذمے اس کے حق کی ادائیگی سے رک کر امام کی مخالفت کرنے والے (باغی) ہیں شرط یہ ہے کہ ان کے پاس قوت ہو یا کوئی تاویل ہو اور ان میں کوئی ایسا ہو جس کی اطاعت کی جاتی ہو۔ یہ بھی کہا جاتا ہے کہ ان کا کوئی امیر بھی ہو۔(منھاج الطالبین - کتاب البغاۃ)

اس کے شارح خطیب شربینی (مغنی المحتاج : 124-123/4) میں فرماتے ہیں: ''امام کے مخالفین باغی قرار پائیں گے بشرطیکہ ان کے پاس شوکت ہو یعنی کثرت وقوت اگرچہ کسی قلعہ میں ہی ہو جہاں قلعہ بند ہو کر امام سے مقابلہ ممکن ہو اور انہیں فرمانبردار بنانے کے لئے مال خرچ کرنے اور افراد حاصل کرنے کی ضرورت پڑے............پھر فرماتے ہیں: اور انہیں باغی قرار دینے کی یہ شرط کہ ''ان میں کوئی ایسا ہو جس کی اطاعت کی جاتی ہو، یعنی اس کی اتباع کی جاتی ہو۔ جس کی وجہ سے انہیں قوت حاصل ہو اگرچہ ان کا کوئی امیر مقرر نہ ہو جس سے وہ مشورہ کرتے ہوں کیونکہ اگر کوئی مقتدی انہیں متحد نہ رکھے تو ایسے طاقتور لوگ نہیں بن سکتے اور یہی بات رافعی نے امام کے متعلق نقل کی ہے اور ان کے کلام سے ظاہر ہوتا ہے کہ امام قوت کے حصول کے لئے شرط ہے نہ کہ الگ مستقل شرط ہے مستقل شرط قوت ہے جیسا کہ ان کی کتاب اور تحریر سے واضح ہوتا ہے یہی وجہ ہے کہ انہوں نے تحریر میں صرف دو شرطیں (۱): ان کے پاس قوت ہو۔ (۲): لڑائی لڑے بغیر ان پر قابو نہ پایا جا سکتا ہو۔ لکھی ہیں اور کسی مقتدی کے ہونے کو حصول قوت کو قید قرار دیا ہے۔

نیز احکام القرآن للجصاص 52/4 میں ہے: ''یہ بات طے ہے کہ مرتدین کے متعلق اس سلسلے میں اختلاف نہیں ہے کہ قابو پا لینے کے بعد توبہ کرنے سے ان سے سزا ساقط ہو جائے گی ایسے ہی قابو پا لیے جانے سے پہلے بھی توبہ ان سے سزا ساقط کر دیتی ہے لیکن اللہ تعالیٰ نے قابو پا لیے جانے سے پہلے اور بعد ان کی توبہ میں فرق کیا ہے۔ اس سے اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان مراد ہے [اِلَّا الَّذِيْنَ تَابُوْا مِنْ قَبْلِ اَنْ تَقْدِرُوْا عَلَيْهِمْ. (مائدۃ:34)] ''سوائے ان لوگوں کے جو اس سے پہلے توبہ کر لیں کہ تم ان پر قابو پا لو'۔ آگے چل کر لکھتے ہیں کہ: باغیوں سے حد کے ساقط ہونے کی شرط یہ ہے کہ قابو پا لیے جانے سے

پہلے ہی وہ توبہ کرلیں البتہ کفر کی تہمت ان سے توبہ کے سبب ہر حال میں ساقط ہوجائے گی خواہ قابو پالیے جانے سے پہلے توبہ کریں یا بعد میں۔

نیز خطیب شربینی مغنی المحتاج 140/4 میں فرماتے ہیں: ''اور مرتد اگر جنگ کرے تو اس سے توبہ کا مطالبہ نہیں کیا جائے گا''۔

میں کہتا ہوں: اس کی وجہ یہ ہے کہ قابو پائے جانے سے پہلے جب وہ جنگ کررہا ہوگا تو لازماً وہ قوت اور کثرت میں ہوگا۔

اور ابن رشد بدایۃ المجتہد 357/2 میں ''باغی کی توبہ کی وجہ سے اس سے حد ساقط ہوجائے گی'' اس سلسلے میں فرماتے ہیں: خلاصہ یہ کہ اس کی توبہ اس صورت میں صحیح ہوگی جب وہ امام کے پاس قابو پالے جانے سے پہلے ہی تائب ہوکر آجائے اور یہ بھی کہا جاتا ہے کہ اگر وہ قابو پائے جانے سے پہلے توبہ کا فقط اعلان کردے تب بھی توبہ صحیح ہے (یعنی اگر چہ تائب ہوکر امام کے پاس آئے) یہ بھی کہا جاتا ہے کہ دونوں باتیں ممکن ہیں لیکن جس باغی کی توبہ قبول کی جاسکتی ہو اس کی صفات کیا ہوں گی اس بارے میں تین اقوال ہیں: 1): وہ دارالحرب میں چلا جائے۔ 2): اس کی جماعت ہو۔ 3): جیسا بھی ہو اس کی جماعت ہو یا نہ ہو وہ دارالحرب میں چلا جائے یا نہ جائے۔

نیز شیخ الاسلام امام ابن تیمیہ رحمہ اللہ (الصارم المسلول :255) میں فرماتے ہیں: ''عہد توڑنے والے دو طرح کے ہیں (۱): طاقتور جس پر لڑے بغیر قابو نہ پایا جاسکے۔ (۲): جو مسلمانوں کے قابو میں ہوں۔ پہلی قسم کے لوگوں سے مراد ہے کہ ان کے پاس قوت وشوکت اور اسی کی بناء پر وہ امام کو جزیہ دینے یا ریاستی قوانین ماننے سے انکار کردیں جبکہ ان پر کسی نے ظلم بھی نہ کیا ہو یا وہ دارالحرب کو اپنا وطن بنالیں تو یہ لوگ بالا جماع عہد شکن کہلائیں گے۔ نیز صفحہ 265 پر ذمیوں کی عہد شکنی کے متعلق گفتگو کرتے ہوئے فرماتے ہیں: دوسری قسم کے لوگ جب امام کے حکم سے نہ رکیں تو ابوحنیفہ کے نزدیک یہ عہد شکن نہ ہوں گے اور ان کے نزدیک ذمیوں کا عہد اسی صورت میں ٹوٹ سکتا ہے جب ان کے پاس قوت وشوکت ہو جس کی بناء پر وہ امام کی اطاعت سے رک جائیں اور ان پر احکامات شرعیہ کا اجراء ممکن

نہ رہے یا وہ دارالحرب میں چلے جائیں کیونکہ اگر وہ طاقتور نہ ہوتے تو امام کے لئے ممکن تھا کہ ان پر حدود کو نافذ کردے اور ان سے حقوق حاصل کرنے اس صورت میں وہ قصوروار ہوں گے جس طرح امام سے باغی غیر طاقتور شخص قصوروار ہوتا ہے''۔

میں کہتا ہوں: طاقتور اور جو قابو میں ہو ان کے متعلق علماء باغی یا مرتد یا جنگجو کا حکم لگانے میں فرق کرتے ہیں ان میں سے جو طاقتور ہو یا تعداد میں ہوں جیسے طاقتور جماعت اور یہ امام کے قابو میں آنے سے پہلے ہی توبہ کر لیتے ہیں ان کی توبہ قبول کی جائے گی اور یہ اس لئے کہ اللہ تعالیٰ نے قابو پائے جانے سے پہلے اور بعد میں توبہ میں فرق کیا ہے چنانچہ فرمایا[اِلَّا الَّذِیۡنَ تَابُوۡا مِنۡ قَبۡلِ اَنۡ تَقۡدِرُوۡا عَلَیۡهِمۡ فَاعۡلَمُوۡۤا اَنَّ اللّٰهَ غَفُوۡرٌ رَّحِیۡمٌ. (مائدۃ:34)] ''مگر وہ لوگ جو توبہ کرلیں اس سے پہلے ہی کہ تم ان پر قابو پاؤ تو جان لو کہ بے شک اللہ بخشنے والا رحم کرنے والا ہے''۔ اسی بناء پر شیخ الاسلام الصارم المسلول 387-388 پر فرماتے ہیں: ''جان لیجئے کہ یہ آیت فساد کرنے والوں کی بہت سی اقسام کو جمع کررہی ہے اور اس آیت کی اس عنوان پر جہت قول دلالت ہے شرط یہ ہے کہ اس میں غوروفکر کیا جائے نیز میرے علم کے مطابق کوئی شیئے اس دلالت کی نفی بھی نہیں کرتی سوا گر کوئی کہے کہ اس آیت میں اس بات کی دلیل ہے کہ ''یہاں بغاوت سے مراد قوت کے ساتھ بغاوت کرنا ہے'' یہ ہے فرمایا[اِلَّا الَّذِیۡنَ تَابُوۡا مِنۡ قَبۡلِ اَنۡ تَقۡدِرُوۡا عَلَیۡهِم] ''مگر وہ لوگ جو توبہ کرلیں اس سے پہلے ہی کہ تم ان پر قابو پاؤ'' کیونکہ یہ قابو پالینا اسی شخص کے متعلق کہا جاسکتا ہے جو طاقتور ہو جبکہ شاتم (نبی ﷺ کی شان میں گستاخی کرنے والا) طاقتور نہیں ہوتا تو اس کی اس بات کے بہت سے جوابات ہیں:

① اگر مستثنیٰ کیا گیا شخص طاقتور ہے تو اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ جسے اس آیت کے حکم سے مستثنیٰ نہیں کیا گیا وہ بھی طاقتور ہو کیونکہ ممکن ہے کہ یہ آیت ہر اس باغی کے متعلق عام ہو جو زبان سے بغاوت کرے یا ہاتھ سے پھر اس میں سے اس طاقتور کو مستثنیٰ قرار دیا گیا ہو جو قابو میں آنے سے پہلے ہی توبہ کرے چنانچہ جس پر قابو پالیا گیا ہو وہ تو مطلق رہا (یعنی اس کی توبہ قضاء تو معتبر نہ ہوگی البتہ دیانۃً اللہ اور اس کے رسول کے مابین ہیں۔ واللہ اعلم۔ مترجم) اور جو طاقتور ہوا گر وہ بھی قابو میں آنے کے

بعد توبہ کرے تو وہ بھی اطلاق میں داخل ہوگیا۔ نیز الصارم المسلول ہی کے صفحہ 369 پر بیان کرتے ہوئے کہ ''جو اللہ اور اس کے رسول کے ساتھ ہاتھ سے یا زبانی بغاوت کرتے ہوئے مرتد ہو جائے اس سے توبہ کا مطالبہ نہیں کیا جائے گا اور نہ ہی اس کی توبہ قبول کی جائے گی کیونکہ اس کا کفر اور اس کا جرم بہت بڑا ہے''۔ فرماتے ہیں: خلاصہ یہ کہ جو اللہ اور اس کے رسول کے ساتھ ہاتھ یا زبان سے بغاوت کرتے ہوئے مرتد ہو جائے تو سنت جو کہ اللہ کی کتاب کی تفسیر ہے وہ اس بات پر دلالت کرتی ہے جو کفر میں بڑھتا ہی رہے اس کی توبہ اس سے قبول نہیں کی جاتی''۔

میں کہتا ہوں: ائمہ دین اور علماء کبار سے نقل کردہ ان تمام اقوال کا خلاصہ یہ ہوا کہ مرتدین کے مددگاروں کی متعین طور پر کافر ہونے کے متعلق یہ شرط نہیں لگائی جائے گی کہ ان میں اسباب کفر وافر ہوں نیز موانع کفر بھی نہ ہوں نہ ہی ان سے توبہ کے مطالبے کی شرط لگائی جائے گی جب تک کہ ان پر قابو نہ پایا جاسکے کیونکہ وہ قوت اور تعداد کے ساتھ احکامات شرعیہ سے باغی ہیں نیز خلفاء راشدین کا مرتدین اور مانعین زکاۃ نیز باغیوں اور فسادیوں جیسے ڈاکوؤں اور راہزنوں سے قتال بھی اس بات کی دلیل ہے اور بعینہ یہی حکم طاغوت کے حامیوں اور مددگاروں پر بھی ثابت ہوگا کیونکہ ان کے مرتد ہونے کی بنیاد واضح ہے اور ان کا اپنی زبانوں اور اپنے ہاتھوں کے ذریعے اللہ اور اس کے رسول سے جنگ کرنا بھی طے شدہ ہے اور ان کے کفر میں مزید اضافہ ہو جاتا ہے جب وہ دین کو اور مخلص دینداروں کو بجائے دوست بنانے اور ان کی مدد کرنے کے نقصانات پہنچاتے ہیں اور انہیں ایذائیں دیتے ہیں اور کافروں کو اپنا دوست بناتے ہیں اور طاغوت اور شیطان کے غلبے کے لئے اور امریکہ کے مسلمانوں پر غلبے کے لئے ان کی جنگ لڑتے ہیں اس کے باوجود بھی اگر کوئی کہے کہ کتاب وسنت اور اجماع صحابہ سے ثابت ہے کہ مرتد کی توبہ ہر حال میں قبول کی جائے گی خواہ وہ فقط مرتد ہو یا مرتد ہونے کے ساتھ ساتھ اس میں دیگر اسباب کفر بھی ہوں اور اس کا کفر وارتداد زبانی ہو یا ہاتھ کے ذریعے یا کسی بھی طرح تو بلاشبہ اس نے واضح غلطی کی اور ہمارے ذکر کردہ دلائل وآثار واقوال میں مطلوب ومقصود پوری طرح واضح اور سمجھ میں آنے والا ہے۔ واللہ ھوالموفق للصواب

(واضح رہے کہ کوئی کافر یا مرتد یا باغی اپنے کفر میں کس قدر بڑھ جائے اگر صدق دل سے توبہ کر لے تو اس کی توبہ قبول کی جائے گی جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا[اِنَّ اللّٰہَ لَا یَغۡفِرُ اَنۡ یُّشۡرَکَ بِہٖ وَ یَغۡفِرُ مَا دُوۡنَ ذٰلِکَ لِمَنۡ یَّشَآءُ. (نساء؛116)] ''یقیناً اللہ اس بات کو معاف نہیں کرے گا کہ اس کے ساتھ شرک کیا جائے اور اس کے سوا جس کے لئے چاہے گا بخشش فرما دے گا''۔یعنی اگر کوئی شرک وکفر پر ہی مر گیا تو اس کے لئے بخشش نہیں ہے البتہ اگر مرنے سے پہلے توبہ کر لی تو اللہ بخشنے پر قادر ہے دنیا میں بھی اور آخرت میں بھی لیکن بعض صورتوں میں بظاہر اس کی توبہ کا اعتبار نہیں کیا جائے گا اگر چہ اس نے توبہ صدق دل سے کی ہو مثلاً اگر کوئی اللہ اور اس کے رسول کے ساتھ جنگ کرتا ہے بغاوت کرتا ہے مرتد ہو جاتا ہے اور پھر امام المسلمین کے پاس اس سے پہلے ہی تائب ہو کر آ جاتا ہے کہ مسلمانوں کا امام اس قابو پائے بشرطیکہ امام ہو اور جماعت بھی ہو اور اگر امام المسلمین نہ ہو نہ ہی جماعت ہو تو پھر موت سے پہلے توبہ کر کے طائفہ منصورہ کے ساتھ جا ملتا ہے اور اپنی اصلاح کر لیتا ہے تو ان صورتوں میں اس کی توبہ کو ظاہر کے اعتبار سے بھی قبول کر لیا جائے گا لیکن اگر اس وقت تائب ہوتا ہے جبکہ امام المسلمین جنگ کے بعد اس پر قابو پا لیں تو اس صورت میں بظاہر اس کی توبہ معتبر نہ ہو گی اگر چہ اس نے صدق دل سے توبہ کی ہو لہٰذا اس پر حد شرعی یعنی حد ارتداد نافذ کی جائے گی البتہ حقیقت کے اعتبار سے اللہ ہی دلوں کے حال جانتا ہے ممکن ہے وہ توبہ قبول کر لے اور اس کی نیت کے مطابق اسے دوبارہ زندہ کر کے، یہ بھی کہا جاتا ہے کہ اس صورت میں امام المسلمین کو اختیار ہو گا چاہے تو قتل کر دے چاہے تو کوئی اور سزا دے یہی رائے اقرب الی الصواب معلوم ہوتی ہے۔واللہ اعلم بالصوب۔مترجم)

کیا طاغوت کے حامیوں اور مددگاروں کا عذر جہالت قبول ہو گا؟

یہاں ہم ایک انتہائی اہم مسئلے کی طرف بھی اشارہ کر دیں جسے بعض لوگ اکثر ذکر کرتے رہتے ہیں وہ یہ کہ: کیا طاغوت کے حامیوں اور مددگاروں کا عذر جہالت قبول کیا جائے گا یا نہیں؟ یعنی کیا لوگوں کا اس بات سے نابلد اور ناواقف ہونا کہ اللہ کے قوانین کو بدلنے والے حکام کافر اور مرتد ہوتے ہیں یہ جہالت اور ناواقفیت ان کے لئے اس بات کو جائز قرار دے سکتی ہے کہ وہ اس مرتد حاکم کے لشکر اور اس

کی عسکری اور پرامن مہمات میں شامل ہو جائیں یا نہیں اور کیا ایسا کرنے والا اپنی جہالت اور نادانی کی بناء پر معذور قرار پائے گا یا نہیں؟

میں کہتا ہوں: ہم بیان کر آئے ہیں کہ مرتد حکام کے حامیوں اور مددگاروں کے کافر ہونے میں یہ شروط نہیں لگائی جاسکتیں کہ ان میں اسباب کفر وافر ہوں اور ان کے حق میں موانع کفر بھی نہ ہوں اس کی وجہ یہ ہے کہ وہ مرتد حاکم اور اس کی حکومت کو قوت کی بناء پر احکام شرعیہ سے بغاوت کرتے ہیں اور ہم یہ بتا چکے ہیں کہ جو کسی قوت یا عددی کثرت کی بناء پر بغاوت کرتا ہے اس کا حکم اس شخص سے مختلف ہوتا ہے جو مسلمانوں کے قابو میں ہوتا ہے یا امام کے زیر اختیار ہوتا ہے یا اس طرح کی کوئی اور صورت ہوتی ہے۔ اگر چہ جہل یعنی حکم شرعی سے ناواقفیت موانع کفر (ہم پہلے بتا چکے ہیں کہ اس سے مراد وہ اسباب ہیں جن کی بناء پر کفر کا حکم نہ لگایا جاسکتا ہو۔ مترجم) کی بحث میں ذکر کیا جاتا ہے لیکن علماء نے جہل کو دو قسموں میں تقسیم کیا ہے:

① جس جہالت کی بناء پر انسان معذور قرار پاتا ہے۔

② جس جہالت کی بناء پر انسان معذور قرار نہیں پاتا۔

تو جہاں جہالت انسان کے لئے عذر ثابت ہوتی ہے اس سے مراد وہ مسائل ہیں جن کی حقیقت واضح نہ ہو۔ مثلاً وہ مخفی مسائل جن کے متعلق آئمہ اسلام میں اختلاف رہا ہے اور وہ ان میں متفق نہیں ہو سکے جیسے وہ اجتہادی مسائل جن میں آئمہ مجتہدین کے مختلف اجتہادات ہوتے ہیں اس کی وجہ یہ ہوتی ہے کہ ان مسائل قطعی الدلالۃ اور قطعی الثبوت نص نہیں ہوتا، یا ایسے ہی اگر کوئی نیا مسلمان ہوا ہو یا دور دراز کے کسی دیہات میں پلا بڑھا ہو جہاں کوئی احکامات شرعیہ کو جاننے والا نہ ہو یا احکامات شرعیہ کو جاننا کسی وجہ سے ممکن نہ ہو تو ان صورتوں میں جہالت عذر بن سکتی ہے۔ لیکن جہاں جہالت کو ختم کرنا اور حکم شرعی سے واقف ہونا انسان کے لئے ممکن ہو یا مسائل ایسے ہوں کہ کسی کے لئے اس بات کی گنجائش نہ ہو کہ وہ ان سے جاہل اور کورا ہی رہے (بشرطیکہ مجنون یا دیوانہ نہ ہو) مثلاً ایمان، توحید شرک وکفر، الولاء والبراء (اللہ کے لئے دوستی اور اللہ کے لئے دشمنی) ارکان اسلام، ارکان ایمان، نواقض اسلام اور نواقض

ایمان کا علم، توحید کا اعتبار ختم کر دینے والے امور کا علم، اور حلال وحرام اور ایسے ہی دیگر مسائل کا علم کہ کسی بالغ اور عاقل کے لئے اس بات کی گنجائش نہیں ہوتی کہ وہ ان سے جاہل اور ناواقف رہے تو اس طرح کے مسائل میں جہالت اس کے لئے عذر نہیں بن سکتی خواہ وہ جاہل ہونے کا دعویٰ کرے یا اپنی جہالت کو عذر بنائے کیونکہ اس پر فرض ہے کہ وہ ان مسائل کا علم حاصل کرے اور اہل علم سے ان کے متعلق سوال کرے۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا[فَسْـَٔلُوْٓا اَهْلَ الذِّكْرِ اِنْ كُنْتُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ.(نحل: 43)] ''پس تم اگر نہیں جانتے ہو تو اہل علم سے سوال کر لیا کرو''۔ اب جو علم حاصل کرنے میں کمی کوتاہی کرے تو وہ معذور قرار نہیں پائے گا۔

قرافی مالکی (الفروق: 264/4) میں فرماتے ہیں: ''قاعدہ شرعیہ اس بات کی دلیل ہے کہ ہر وہ جہالت جس سے بچنا اور جسے دور کرنا مکلّف کے لئے ممکن ہو وہ جہالت اس کے لئے عذر نہیں بن سکتی کیونکہ اللہ تعالیٰ نے اپنے رسولوں کو اپنی مخلوق کی طرف اپنے پیغامات دے کر بھیجا اور اس پر فرض کر دیا کہ وہ ان پیغامات کا علم حاصل کریں اور ان کے مطابق عمل کریں چنانچہ علم حاصل کرنا اور عمل کرنا دونوں فرض ہیں جو نہ تو علم حاصل کرے نہ ہی عمل کرے اس نے دو نافرمانیاں کیں اور دو فرائض کا تارک ہوا''۔

نیز ابن اللحام حنبلی (القواعد والفوائد الاصولیہ: 58) میں فرماتے ہیں: ''کسی بھی حکم شرعی سے جاہل اس وقت معذور قرار پائے گا جب اس نے اس حکم کو سیکھنے میں کمی کوتاہی نہ کی ہو لیکن اگر اس نے اسے سیکھنے میں کمی کوتاہی کی ہو تو وہ یقیناً معذور نہیں ہوگا''۔

نیز امام شافعی (الرسالۃ: 357) میں فرماتے ہیں: ''بعض علم ایسے ہیں کہ کسی بالغ عاقل کے لئے گنجائش نہیں ہوتی کہ وہ ان سے ناواقف رہے مثلاً پانچ نمازیں، اور ماہ رمضان کے روزے اور حج بیت اللہ جبکہ استطاعت ہو اور زکاۃ اور یہ کہ ان پر زنا قتل اور چوری اور شراب نوشی حرام ہے ایسے ہی دیگر احکام''۔

نیز شیخ محمد بن عبدالوہاب النجدی فرماتے ہیں: ''جس پر (بسبب جہالت) حجت قائم نہیں ہو سکتی

اس سے مراد وہ شخص ہے جو نو مسلم ہو یا کسی دیہات میں پلا بڑھا ہو یا مسئلہ مخفی ہو جیسے حرف عطف تو اسے اس وقت تک کافر قرار نہیں دیا جا سکتا جب تک وہ ان سے واقف نہ ہو لیکن دین کی بنیادی باتیں جنہیں اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب میں بیان کر دیا ہے تو ان میں اللہ کی طرف سے قرآن کی صورت میں حجت قائم ہے جس تک قرآن پہنچ گیا گویا اس تک حجت بھی پہنچ گئی"۔(مجموعة مولفات الشيخ محمد بن عبدالوهاب:11/3)

نیز الدرر السنیۃ (224/8) میں فرماتے ہیں: "شخص متعین جب ایسی بات کہے جو کفر کو لازم کرتی ہو تو اس پر کفر کا حکم اس وقت تک نہ لگے گا جب تک اس پر ایسی حجت قائم نہ کر دی جائے جس کا تارک کافر ہو جاتا ہے اور یہ اصول ان مخفی مسائل میں ہے جن کی دلیل بعض لوگوں پر پوشیدہ رہتی ہے لیکن ان میں سے اگر کوئی صاف اور واضح مسائل میں واقع ہو یا ایسے مسائل دین میں جو عام طور پر ہر ایک کو معلوم ہوتے ہیں تو ان کے قائل کے کفر میں توقف نہیں کیا جائے گا اور ہماری اس گفتگو کو ایسی لاٹھی مت سمجھو جسے تم اس شخص کے سینے پر مارنے لگو جو حجت قائم اور واضح ہو جانے کے بعد توحید عبادت اور توحید صفات سے رک جانے والے بشر کو کافر قرار دیتا ہو۔(یعنی اس کلام سے ناجائز فائدہ مت اٹھاؤ۔مترجم)

میں کہتا ہوں: کوئی بھی شخص اس بات کو عذر نہیں بنا سکتا کہ وہ مرتد حکام کی حالت سے جاہل ہے کیونکہ ان کا مرتد ہونا اور ان کا کفر بواح (ایسا کفر جس کے کفر ہونے میں شک نہ ہو) بالکل واضح ہے چنانچہ ان مرتد حکام کے حامی اور مددگار جہالت کو عذر نہیں بنا سکتے اس لئے کہ ان کی حالت سب کی آنکھوں کے سامنے ہے یہ مرتد حکام وضعی دستور اور کفریہ قوانین کے ذریعے فیصلے کرتے ہیں اور اللہ کے قانون کے مطابق فیصلے نہیں کرتے۔اور شریعت سے زندگی کے تمام پہلوؤں میں اعراض برتتے ہیں اور جن امور کو اللہ نے حرام کیا ہے انہیں جائز قرار دیتے ہیں اور ان پر پابندی نہیں لگاتے مثلاً سود ،شراب اور دیگر حرام کردہ امور اور اشیاء اور جسے اللہ نے حلال کیا اسے ناجائز قرار دیتے ہیں مثلاً وہ حقیقی اور مخلص مومنین اور مسلمین کو اپنے زیر کنٹرول علاقوں میں رہنے کو ناجائز قرار دیتے ہیں بلکہ ان سے ایسی

جنگ کرتے ہیں جس میں وہ اسلام اور اہل اسلام اور شریعت اور حاملین شریعت کے لئے ذرا بھی نرمی نہیں کرتے اور علماء کو قتل کرتے ہیں اور داعیانِ حق کو پھانسی دیتے ہیں اور اصل اسلام کو اختیار کرنے اور اس پر ثابت قدم رہنے والے نوجوانوں کو تاریک کوٹھریوں میں قید کرکے ایسا بدترین تشدد کرتے ہیں کہ نہ تو زبان اسے بیان کرسکتی ہے نہ ہی تحریر اس کا احاطہ کرسکتی ہے اور یہود ونصاریٰ سے دوستیاں لگاتے ہیں اور امریکا اور اس کے اتحادی یورپی کفریہ مما لک کے لئے اسلامی مما لک میں کھلی چھٹی دیتے ہیں وہ جو چاہیں کریں اور انہیں ہر طرح کی سیکورٹی اور معلومات وغیرہ کی سہولتیں فراہم کرتے ہیں اور امریکا اور اس کے اتحادیوں کو کھلی اجازت دیتے ہیں کہ وہ جب چاہیں کسی بھی اسلامی ملک کی قیادت کی بے حرمتی کریں اور ان کی بندرگاہوں اور فضائی اڈوں پر قابض ہوجائیں اور یہودی اور صلیبی جنگجوؤں کے لئے راستے بناتے ہیں کہ وہ تیل کے ذرائع اور مقامات پر قابض ہوجائیں ان مرتد حکام نے اسلامی مما لک کو اپنے مفادات اور عیاشیوں کے عوض بندروں اور خنزیروں کی اولاد کے ہاتھوں گروی رکھ دیا ہے اور دینی فرائض سے بالکل ہی غافل ہوچکے ہیں اور اللہ اور اس کے رسول اور مومنین کے خائن اور مجرم بن چکے ہیں انہوں نے کرۂ ارض کی اسلامی چوتھائی سرزمین پر فساد مچا رکھا ہے اور فسادیوں کو زندگی کے سیاسی، اقتصادی، عسکری، امنی، تربیتی، ثقافتی، علمی اور صنعتی تمام پہلوؤں میں مکمل اختیارات دے رکھے ہیں اور کفریہ نظام جس کا لیڈر امریکہ ہے کے تحت ''دہشت گردی کے خلاف جنگ'' کے نام پر لڑی جانے والی جنگ میں ان کے ساتھ برابر کے شریک ہیں اور مجاہدین فی سبیل اللہ کی سرکوبی کی خاطر ان کے ساتھ ہر طرح کا تعاون جاری رکھے ہوئے ہیں اور انہیں ان تک رسائی فراہم کرتے ہیں اور انہیں پکڑ کر امریکا وغیرہ کے حوالے کرتے ہیں حالانکہ ان کا جرم یہ ہے کہ وہ اللہ اور اس کے رسول اور اسلام اور حاملین وداعیان اسلام کے حق کے لئے برسرِ پیکار ہیں۔

تو ان جرائم اور واضح کفر وارتداد کے باوجود بھی کیا کوئی مسلمان عاقل بالغ ان سے ناواقف اور جاہل رہ سکتا ہے؟ اور کیا ان کا ظاہری کفر وارتداد ان مخفی مسائل میں سے ہوسکتا ہے جن کی دلیل مسلمانوں سے پوشیدہ رہ گئی ہو؟ اور کیا کسی بالغ عاقل کے لئے ان مرتد حکام کی حالت سے جاہل اور

ناواقف رہنے کی گنجائش ہوسکتی ہے؟

جبکہ وہ مسائل جن میں وہ اللہ کے قوانین کی مخالفت کرتے ہیں ان کا تعلق ایمان اور دین کے بنیادی اصولوں اور دین کے انتہائی ضروری احکام سے ہے مثلاً اللہ کے نازل کردہ قوانین کے بغیر حکومت کرنا، یہود ونصاریٰ سے بے خوف وخطر دوستیاں اور تعلقات قائم کرنا وغیرہ۔

خلاصہ یہ ہے کہ کسی بھی شخص کے لئے یہ بات قطعاً عذر نہیں بن سکتی کہ وہ اللہ کی شریعت کو بدلنے اور اس سے مرتد ہوجانے والے ان حکام کی حالت سے واقف نہ تھا اور جو اس بات کو اپنے لئے عذر بنائے تو اسے ان مسائل ایمان وکفر میں کمی کوتاہی کرنے والا مانا جائے گا جن کا علم حاصل کرنا فرض ہے علاوہ ازیں اللہ تعالیٰ نے فرض کیا ہے کہ اگر معلومات نہ ہوتو اہل علم سے پوچھا جائے جیسا کہ فرمایا[فَسْـَٔلُوْٓا اَهْـلَ الذِّكْرِ اِنْ كُنْتُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ. (نحل:43)]''نیز ہمارے اس دور میں ایسے بہت سے لوگ ہیں خاص طور پر اسلامی ممالک میں جو ان حکام کو کافر اور مرتد قرار دیتے ہیں اور قیام حجت اور بلوغ محبت کے لئے صرف یہی ایک بات کافی ہے اگر چہ کچھ لوگ اس کے خلاف بھی ہیں۔

بعض لوگ یہ بھی کہتے ہیں کہ: مرتد حکام کی صفوں کھڑے فوجیوں اور ہمنواؤں کے لئے ایک عذر یہ بھی ہے کہ وہ علماء سوء کو دیکھتے ہیں کہ وہ ان کفریہ نظاموں کے رنگ میں رنگ جاتے ہیں اور ان مرتد حکام کو مسلمان قرار دیتے ہیں اور مسلمانوں کے حکام ہونے کی حیثیت سے ان کی اطاعت کو فرض قرار دیتے ہیں اور کہتے ہیں کہ حاکموں کی بات سننا اور ماننا ضروری ہے اور ان کے خلاف بغاوت کرنا حرام ہے ایسا تو خارجی کرتے ہیں اس کے علاوہ اور بہت سی تاویلات اور باطل اور جھوٹی باتیں بیان کرتے ہیں کہ ان مرتد حکام کے بازار میں ان کی اچھی قیمت مل جاتی ہے (فالعیاذ باللہ)

ہم کہتے ہیں: اللہ کے نازل کردہ دستور (قرآن وسنت) کے برعکس اپنے بنائے ہوئے دستور (وضعی قوانین) کے مطابق حکومت کرنے والے حکام کا شرعی جواز پیش کرنے والے علماء سوء کا پایا جانا اور ان کا حق کو چھپانا اور باطل کو ظاہر کرنا کسی کے لئے بھی عذر نہیں بن سکتا کیونکہ ان علماء سوء کے مخالف علماء حق اور علماء ربانیین اور داعیان حق بھی پائے جاتے ہیں جو اس طرح کے حکام کو ہمیشہ کافر قرار دیتے

ہیں اور ہمارے خیال میں اب ایسا کوئی مسلمان نہیں ہے جو اللہ کی شریعت کو بدلنے والے ان مرتد حکام کی حالت سے واقف نہ ہو اور یہ نہ کہتا ہو کہ ان حکام کا یہود ونصاریٰ سے دوستیاں کرنا، اور مجاہدین اور دیگر اسلامی تحریکوں کے خلاف امریکہ کی مدد کرنا کفر وارتداد ہے کیونکہ یہ تو دین اسلام میں ایک طے شدہ اصول ہے کہ مسلمانوں کے خلاف مشرکین اور کفار کی مدد کرنا دین اسلام سے مرتد ہو جانا اور کفر ہے چنانچہ ان حکام اور ان کے ارتداد وکفر کو جاننے پہچاننے کے لئے بس یہی کافی ہے پھر اس میں مزید اضافہ یہ کیا جائے کہ یہ حکام دن رات اللہ اور اس کے رسول اور مومنوں کے ساتھ خیانتیں کرتے ہیں علاوہ ازیں یہ حکام جو حرکتیں کرتے پس کوئی بھی عاقل بالغ مسلمان ان سے ناواقف ہو ہی نہیں سکتا الا یہ کہ وہ پاگل دیوانہ ہو۔

نیز کسی کے لئے علماء سوء کے افعال بدکس طرح عذر سکتے ہیں جبکہ گمراہ اماموں کی اتباع کو عذر بنانا جائز نہیں ہے اس لئے کہ حجت نہ صرف پہنچ چکی ہے بلکہ قائم بھی ہو چکی ہے اور وہ یہ ہے کہ اگر گمراہ کن علماء پائے جاتے ہیں تو لامحالہ ان کے مخالف اہل حق بھی پائے جاتے ہیں لہٰذا گمراہ اماموں کا پایا جانا ایسے علماء حق کے پائے جانے کو ناممکن نہیں کرتا جو اللہ کی حجتیں قائم کرتے ہوں یہی وجہ ہے کہ اللہ تعالیٰ ،لیڈروں، اور وڈیروں کی اتباع کرنے والوں کا کوئی عذر قبول نہیں نہ کرے گا چنانچہ فرمایا[اِذْ تَبَرَّاَ الَّذِیْنَ اتُّبِعُوْا مِنَ الَّذِیْنَ اتَّبَعُوْا وَ رَاَوُا الْعَذَابَ وَ تَقَطَّعَتْ بِهِمُ الْاَسْبَاب،وَ قَالَ الَّذِیْنَ اتَّبَعُوْا لَوْ اَنَّ لَنَا كَرَّةً فَنَتَبَرَّاَ مِنْهُمْ كَمَا تَبَرَّءُوْا مِنَّا كَذٰلِكَ یُرِیْهِمُ اللّٰهُ اَعْمَالَهُمْ حَسَرٰتٍ عَلَیْهِمْ وَ مَا هُمْ بِخٰرِجِیْنَ مِنَ النَّارِ. (بقرة:166-167)] ''وہ وقت یاد کرو جب پیروی کئے جانے والے اپنے پیروکاروں سے بری ہو جائیں گے اور وہ عذاب دیکھ لیں گے اور ان کے تعلقات ختم ہو جائیں گے اور پیروی کرنے والے کہیں گے کاش ہم ایک دفعہ لوٹ جائیں پھر ہم ان سے اسی طرح بری ہو جائیں گے جس طرح (آج) وہ ہم سے بری ہو گئے اللہ انہیں ان کے اعمال ایسے ہی حسرتیں بنا کر دکھائے گا اور وہ جہنم سے نہ نکل سکیں گے''۔

نیز اللہ تعالیٰ کفار کا اللہ کا نازل کردہ دین اور احکامات سے اعراض برت کر اپنے آباء واجداد کی

پیروی کرنے والوں کو بےوقوف قرار دیتے ہوئے فرماتا ہے [وَ اِذَا قِيْلَ لَهُمْ تَعَالَوْا اِلٰى مَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ وَ اِلَى الرَّسُوْلِ قَالُوْا حَسْبُنَا مَا وَجَدْنَا عَلَيْهِ اٰبَآءَ نَا اَوَ لَوْ كَانَ اٰبَآؤُهُمْ لَا يَعْلَمُوْنَ شَيْئًا وَّ لَا يَهْتَدُوْنَ. (مائدۃ:104)] ''اور جب ان سے کہا جاتا ہے کہ اللہ نے جو کچھ نازل کیا اس پر چلو تو وہ کہتے ہیں بلکہ ہم اس پر چلتے ہیں جس پر ہم نے اپنے باپ دادا کو پایا ہے اگر چہ ان کے باپ دادا تو کچھ عقل رکھتے تھے اور نہ ہی ہدایت پر تھے''۔

نیز اللہ تعالیٰ نے اپنے بڑوں کی پیروی کرنے والوں پر لعنت فرمائی اور انہیں کا فر قرار دیا چنانچہ فرمایا [اِنَّ اللّٰهَ لَعَنَ الْكٰفِرِيْنَ وَ اَعَدَّ لَهُمْ سَعِيْرًا، خٰلِدِيْنَ فِيْهَآ اَبَدًا لَا يَجِدُوْنَ وَلِيًّا وَّ لَا نَصِيْرًا، يَوْمَ تُقَلَّبُ وُجُوْهُهُمْ فِى النَّارِ يَقُوْلُوْنَ يٰلَيْتَنَآ اَطَعْنَا اللّٰهَ وَ اَطَعْنَا الرَّسُوْلَا، وَ قَالُوْا رَبَّنَآ اِنَّآ اَطَعْنَا سَادَتَنَا وَ كُبَرَآءَ نَا فَاَضَلُّوْنَا السَّبِيْلَا، رَبَّنَآ اٰتِهِمْ ضِعْفَيْنِ مِنَ الْعَذَابِ وَ الْعَنْهُمْ لَعْنًا كَبِيْرًا. (احزاب:64-68)] ''اللہ نے کافروں پر یقیناً لعنت کی ہے اور ان کے لئے بھڑکتی ہوئی آگ تیار کر رکھی ہے جس میں وہ ہمیشہ ہمیشہ رہیں گے نہ تو وہ کوئی دوست پائیں گے نہ ہی کوئی مدد کرنے والا جس دن ان کے چہروں کو آگ میں الٹا پلاٹ (سیکا) جارہا ہوگا وہ کہہ رہے ہوں گے اے کاش کہ ہم نے اللہ کی اطاعت اور رسول کی فرمانبرداری کرلی ہوتی اور وہ کہیں گے اے ہمارے پروردگار یقیناً ہم نے اپنے سرداروں اور اپنے بڑوں کی بات مانی لہٰذا انہوں نے ہمیں گمراہ کردیا اے ہمارے پروردگار تو انہیں دوگنا عذاب دے اور ان پر بڑی لعنت فرما''۔

ایسے ہی اللہ تعالیٰ نے کمزوروں کو بھی معذور نہیں مانا ہے چنانچہ جب ظالموں پر ملامت کرنے کے بعد ان سے الگ ہونا چاہیں گے تو اللہ تعالیٰ ان سب کے ساتھ ایک ہی معاملہ فرمائے گا اور انہیں کافروں والے عذاب میں مبتلا کردے گا جس کے وہ مستحق ہوں گے۔ چنانچہ فرمایا [وَ لَوْ تَرٰٓى اِذِ الظّٰلِمُوْنَ مَوْقُوْفُوْنَ عِنْدَ رَبِّهِمْ يَرْجِعُ بَعْضُهُمْ اِلٰى بَعْضِ ۨالْقَوْلَ يَقُوْلُ الَّذِيْنَ اسْتُضْعِفُوْا لِلَّذِيْنَ اسْتَكْبَرُوْا لَوْ لَآ اَنْتُمْ لَكُنَّا مُؤْمِنِيْنَ، قَالَ الَّذِيْنَ اسْتَكْبَرُوْا لِلَّذِيْنَ اسْتُضْعِفُوْٓا اَنَحْنُ صَدَدْنٰكُمْ عَنِ الْهُدٰى بَعْدَ اِذْ جَآءَكُمْ بَلْ كُنْتُمْ مُّجْرِمِيْنَ، وَ قَالَ الَّذِيْنَ اسْتُضْعِفُوْا

لِلَّذِيْنَ اسْتَكْبَرُوْا بَلْ مَكْرُ الَّيْلِ وَ النَّهَارِ اِذْ تَاْمُرُوْنَنَآ اَنْ نَّكْفُرَ بِاللّٰهِ وَ نَجْعَلَ لَهٗٓ اَنْدَادًا وَ اَسَرُّوا النَّدَامَةَ لَمَّا رَاَوُا الْعَذَابَ وَ جَعَلْنَا الْاَغْلٰلَ فِيْٓ اَعْنَاقِ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا هَلْ يُجْزَوْنَ اِلَّا مَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ. (سبا: 31-33)] ''اور کاش کہ آپ دیکھ لیں کہ جب ظالموں کو ان کے رب کے پاس پیش کیا جائے گا وہ ایک دوسرے کو جواب دے رہے ہوں گے جن لوگوں کو کمزور سمجھا جاتا تھا کیا ہم نے تمہیں ہدایت سے روکے رکھا تھا؟ جب کہ وہ تمہارے پاس آ چکی تھی؟ بلکہ تم تھے ہی مجرم اور وہ لوگ جنہیں کمزور سمجھا جاتا تھا متکبرین سے کہیں گے نہیں بلکہ تم دن رات مکر وفریب سے ہمیں حکم دیتے رہے کہ ہم اللہ کے ساتھ کفر کریں اور اس کے شرکاء مقرر کریں اور وہ اپنے دلوں میں ندامت چھپا رہے ہوں گے جب وہ عذاب دیکھ لیں گے اور ہم کافروں کے گلوں میں طوق ڈال دیں گے انہیں صرف ان اعمال کی سزا دی جائے گی جو وہ کرتے رہے''۔

نیز ہمیشہ ہی ایسا ہوتا آیا ہے کہ اہل حق نے جب بھی حق کی دعوت دی تو بہت سے بڑے مجرم اور ان کے چیلے انہیں بے وقوف اور گمراہ قرار دیتے اور لوگوں کو ان کی بات ماننے سے روک دیتے یہی وجہ ہے کہ تمام انبیاء کے ادوار میں گمراہ کرنے والے بکثرت موجود رہے ہیں اور یہ چیز بلوغ حجت اور قیام حجت سے مانع بھی نہ تھی چنانچہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا[يٰحَسْرَةً عَلَى الْعِبَادِ مَا يَاْتِيْهِمْ مِّنْ رَّسُوْلٍ اِلَّا كَانُوْا بِهٖ يَسْتَهْزِءُوْن. (یٰسٓ: 30)] ''ہائے افسوس بندوں پر ان کے پاس جب بھی کوئی رسول آیا انہوں نے اس کا مذاق اڑانا شروع کر دیا''۔ نیز فرمایا[اِنَّا كَذٰلِكَ نَفْعَلُ بِالْمُجْرِمِيْنَ اِنَّهُمْ كَانُوْٓا اِذَا قِيْلَ لَهُمْ لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ لا يَسْتَكْبِرُوْنَ،وَ يَقُوْلُوْنَ اَئِنَّا لَتَارِكُوْٓا اٰلِهَتِنَا لِشَاعِرٍ مَّجْنُوْن. (الصافات: 34-36)] ''ہم مجرموں کے ساتھ ایسا ہی کیا کرتے ہیں کیونکہ جب ان کے سامنے لا الٰہ الا اللہ کہا جاتا تو وہ تکبر میں آ جاتے اور کہتے کیا ہم ایک شاعر دیوانے کی خاطر اپنے معبودوں کو چھوڑ دیں''۔ چنانچہ گمراہ کرنے والے اماموں کی موجودگی مرتدین اور ان کے حامیوں کو کافر قرار دینے والے اہل حق کی موجودگی کے خلاف اور مانع نہیں ہے کیونکہ وہ لوگوں تک حق پہنچاتے ہیں اور ان پر حجت قائم کرتے ہیں ایسا کبھی نہیں ہوا کہ زمین پر اللہ کی جانب سے حجت قائم کرنے والے موجود ہوں اور پھر

اسی دوران میں ان کی مخالفت اور لوگوں کو گمراہ کرنے والے نہ ہوں اللہ تعالیٰ نے فرمایا[وَ کَذٰلِکَ جَعَلْنَا لِکُلِّ نَبِیٍّ عَدُوًّا شَیٰطِیْنَ الْاِنْسِ وَالْجِنِّ یُوْحِیْ بَعْضُھُمْ اِلٰی بَعْضٍ زُخْرُفَ الْقَوْلِ غُرُوْرًا وَ لَوْ شَآءَ رَبُّکَ مَا فَعَلُوْہُ فَذَرْھُمْ وَمَا یَفْتَرُوْنَ، وَلِتَصْغٰٓی اِلَیْہِ اَفْئِدَۃُ الَّذِیْنَ لَا یُؤْمِنُوْنَ بِالْاٰخِرَۃِ وَ لِیَرْضَوْہُ وَ لِیَقْتَرِفُوْا مَا ھُمْ مُّقْتَرِفُوْنَ ۔(انعام:112-113)]''اور ایسے ہی ہم نے ہر نبی کے دشمن بنادیئے انسانی شیطانوں اور جناتی شیطانوں سے وہ ایک دوسرے کو دھوکے دینے کے لئے چکنی چپڑی (بظاہر خوشنما) باتیں القاء (ڈالتے) کرتے اور اگر آپ کا رب چاہتا وہ ایسا نہ کرتے چنانچہ آپ انہیں اور ان کے جھوٹ کو رہنے دیجئے اور تاکہ اس کی طرف ان لوگوں کے دل مائل ہوجائیں جو آخرت پر ایمان نہیں رکھتے اور تاکہ وہ اسے پسند کرلیں اور تاکہ جن امور کا وہ ارتکاب کررہے ہیں آئندہ بھی کرتے ہی رہیں''۔

نیز فرمایا[وَ کَذٰلِکَ جَعَلْنَا فِیْ کُلِّ قَرْیَۃٍ اَکٰبِرَ مُجْرِمِیْھَا لِیَمْکُرُوْا فِیْھَا وَ مَا یَمْکُرُوْنَ اِلَّا بِاَنْفُسِھِمْ وَ مَا یَشْعُرُوْنَ. (انعام:123)]''اور ایسے ہی ہم نے ہر بستی کے بڑوں کو اس کا مجرم بنادیا تاکہ وہ ان میں سازشیں کریں اور درحقیقت وہ اپنے ساتھ ہی چالیں چلتے ہیں اور شعور نہیں رکھتے''۔

نیز فرمایا[وَ کَذٰلِکَ جَعَلْنَا لِکُلِّ نَبِیٍّ عَدُوًّا مِّنَ الْمُجْرِمِیْنَ وَ کَفٰی بِرَبِّکَ ھَادِیًا وَّ نَصِیْرًا.(فرقان: 31)]''اور ایسے ہی ہم نے ہر نبی کا کسی مجرم کو دشمن ضرور بنایا اور آپ کا رب ہدایت دینے اور مدد کرنے کے لئے کافی ہے''۔

اہم بات یہ ہے کہ جب اللہ کی شریعت کو بدلنے والے اور یہود ونصاریٰ سے دوستیاں کرنے والے اور مسلمانوں کے خلاف مشرکین کی مدد کرنے والے ان مرتد حکام کے کفر وارتداد کو بیان کرنے والی ایک جماعت موجود ہے تو حجت پہنچ چکی اور قائم بھی ہوگئی اگرچہ اس کے مخالف علماءسوء اور گمراہ امام بھی پائے جائیں اور جس تک حجت پہنچ گئی اس پر فرض ہوگیا کہ اسے سمجھنے اور جاننے کی کوشش کرے اور گمراہ اماموں اور علماءسوء کی بات نہ مانے کیونکہ ان کی اتباع کرنا کسی جاہل کے لئے حجت نہیں بن سکتا نہ ہی اس طرح وہ معذور قرار دیا جاسکتا ہے اس لئے کہ اس جہالت اور ناواقفیت کو دور کرنا اور حقیقت معلوم

کر کے اس کے مطابق عمل کرنا ممکن ہے پھر بھی اگر کوئی مکلّف اس سلسلے میں کوتاہی کرے تو وہ یقیناً معذور نہیں ہوسکتا کیونکہ اس بات سے کسی عاقل بالغ کے ناواقف رہنے کی گنجائش قطعاً نہیں ہے الا یہ کہ وہ مجنون دیوانہ ہو۔ وباللہ نستعین

خلاصہ: کافروں اور ظالموں کے لشکریوں اور فوجیوں کا حکم وہی ہے جو ان کے بڑوں کا ہے اور اس کی دلیل یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے فرعون کے لشکریوں اور سپاہیوں کے ساتھ وہی معاملہ فرمایا جو خود فرعون کے ساتھ کیا کہ اسے اس کے سپاہیوں سمیت ہلاک کر دیا چنانچہ فرمایا[**وَ قَالَ فِرْعَوْنُ يٰٓاَيُّهَا الْمَلَاُ مَا عَلِمْتُ لَكُمْ مِّنْ اِلٰهٍ غَيْرِيْ فَاَوْقِدْ لِيْ يٰهَامٰنُ عَلَى الطِّيْنِ فَاجْعَلْ لِّيْ صَرْحًا لَّعَلِّيْٓ اَطَّلِعُ اِلٰٓى اِلٰهِ مُوْسٰى وَ اِنِّيْ لَاَظُنُّهٗ مِنَ الْكٰذِبِيْنَ،وَ اسْتَكْبَرَ هُوَ وَ جُنُوْدُهٗ فِي الْاَرْضِ بِغَيْرِ الْحَقِّ وَ ظَنُّوْٓا اَنَّهُمْ اِلَيْنَا لَا يُرْجَعُوْنَ،فَاَخَذْنٰهُ وَجُنُوْدَهٗ فَنَبَذْنٰهُمْ فِي الْيَمِّ فَانْظُرْ كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الظّٰلِمِيْنَ، وَ جَعَلْنٰهُمْ اَئِمَّةً يَّدْعُوْنَ اِلَى النَّارِ وَ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ لَا يُنْصَرُوْنَ، وَاَتْبَعْنٰهُمْ فِيْ هٰذِهِ الدُّنْيَا لَعْنَةً وَ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ هُمْ مِّنَ الْمَقْبُوْحِيْنَ**.(قصص: 38-42)] ’’اور فرعون نے کہا اے سرداروں (وہ درباری جنہیں اس نے مختلف عہدے دے رکھے تھے) میں تمہارے لئے میرے سوا کوئی اور الٰہ خیال نہیں کرتا او ہامان تو میرے لئے اینٹیں پکا کر ایک قلعہ بنا شاید میں موسیٰ کے معبود تک پہنچ جاؤں اور میں اسے جھوٹوں میں شمار کرتا ہوں اور اس نے اور اس کے لشکریوں نے زمین پر ناحق تکبر کیا اور وہ یہ سمجھے کہ وہ ہماری طرف نہ پلٹیں گے سو ہم نے اسے اور اس کے لشکر کو پکڑ لیا پھر ہم نے انہیں دریا میں پھینک دیا تو آپ دیکھیں ظالموں کا انجام کیا ہوا؟ اور ہم نے انہیں امام بنایا جو آگ کی طرف بلاتے اور بروز قیامت ان کی مدد نہ کی جائے گی اور اس دنیا میں ہم نے ان کے پیچھے لعنت لگا دی اور بروز قیامت وہ قبیح ترین لوگوں میں ہوں گے‘‘۔

نیز فرمایا[**وَنُرِيَ فِرْعَوْنَ وَهَامٰنَ وَ جُنُوْدَهُمَا مِنْهُمْ مَّا كَانُوْا يَحْذَرُوْنَ**. (قصص:6)] ’’اور ہم فرعون اور ہامان اور ان کے فوجیوں کو وہی کچھ دکھانے لگے جس سے وہ ڈرتے تھے‘‘۔

نیز فرمایا[**اِنَّ فِرْعَوْنَ وَ هَامٰنَ وَ جُنُوْدَهُمَا كَانُوْا خٰطِئِيْنَ**. (قصص:8)] ’’بے شک فرعون اور

ہامان اوران دونوں کے لشکر غلط تھے''۔

نیز فرمایا[وَ فِرۡعَوۡنَ ذِی الۡاَوۡتَادِ. (فجر:10)] ''اور فرعون اوتاد والا''۔

امام ابن جریر طبری رحمہ اللہ تفسیر طبری (12-130/30) میں فرماتے ہیں''مفسرین نے فرمان باری تعالیٰ ''ذی الاوتاد'' کی تفسیر میں اختلاف کیا ہے اوراس سلسلے میں کہ اس کے یہ ایسا کیوں کہا گیا ہے تو بعض مفسرین نے اس کا معنی کیا ہے کہ ''ایسے لشکروں والا جواس کے حکم کومضبوط کرتے تھے'' اور ان کا کہنا ہے کہ یہاں اوتاد سے مراد لشکر ہیں ....آ گے چل کر فرماتے ہیں: ابن عباس رضی اللہ عنہ نے کہا فرعون ذی الاوتاد انہوں نے کہا کہ اوتاد ان لشکروں کو کہتے ہیں جواس کے لئے اس کا حکم پختہ کرتے''۔

یعنی مفسرین نے ذکر کیا ہے کہ اوتاد سے فرعون کے وہ لشکر مراد ہیں جن کی وجہ سے اس کی بادشاہت قائم تھی''۔(ملاحظہ ہوابن عطیہ الاندلسی کی تفسیر المحرر الوجیز:438/15)

امام قرطبی رحمہ اللہ تفسیر قرطبی (10-33/20) میں فرماتے ہیں:''یعنی جنود اور عساکر اور جموع اور جیوش (یہ سب جماعتیوں اور لشکریوں کے معنی میں ہیں) جواس کی بادشاہت کو مضبوط کرتے ہیں یہ بات ابن عباس رضی اللہ عنہ نے کی ہے''۔

نیز تفسیر ابن کثیر:656/4، فتح القدیر از شوکانی:435/5، تفسیر الرازی:16-168/31 اور سعدی کی تفسیر تیسیر الکریم الرحمٰن:854 ملاحظہ ہوں۔

یہ بھی کہا جاتا ہے کہ اوتاد سے اس کے لشکر کے خیموں کے ستون مراد ہیں اوران کا خاص طور پر تذکرہ اس لئے کیا گیا کیونکہ یہ اس کی بہت سی مہموں اور مختلف شہروں کے دوروں پر دلالت کرتے ہیں یہ بات ابن عباس رضی اللہ عنہ نے کہی ہے اوراسود بن یعفر کا قول کہ:[فی ظل ملک ثابت الاوتاد]''اس بادشاہ کے سائے میں جس کے اوتاد (ستون) سالم ہیں''۔(ملاحظہ ہوابن عطیہ کی المحرر الوجیز:438/15)

میں کہتا ہوں: ابن عطیہ نے اسود بن یعفر کے شعر کے ایک مصرعے سے دلیل لی ہے مکمل شعراس طرح ہے

ولقد غنوا فیھا بانعم عشیۃ

فــــــی ظـــلـک مـــلـک ثـــــابـــت الاوتـــــاد

وہ ایسی بادشاہت کے سائے میں جس کے اوتاد (ستون) سالم

ہیں بے پرواہ ہوکر بہترین زندگی گزاررہے ہیں

ان تمام دلائل سے معلوم ہوا کہ کفاراورمرتدین کے فوجیوں اورلشکریوں کا حکم بھی وہی ہے جوان کے بڑوں اورلیڈروں کا ہے کیونکہ ظلم وکفراورفساد میں سب برابر کے حصے دار ہیں اوراس لئے بھی کہ کافر حاکم کی حکومت قائم رکھنے کا بنیادی سبب یہی ہوا کرتے ہیں یعنی یہ کفروظلم اورفساد میں اس کی حمایت اور مدد کرنے والے ہوتے ہیں لہٰذا جب وہ ان کے ساتھ ان کے کفروظلم اورفساد میں برابر کے حصے دار ہیں تو عذاب اورسزا میں بھی برابر کے حصے دار ہوں گے اوران سب کا حکم ایک ہوگا کہ وہ کافر ہیں اوراللہ کے قوانین کو بدلنے والے حکام کے لشکریوں اورہم جماعتوں پر بھی یہی حکم لگایا جائے گا۔ وباللہ تعالیٰ التائید

کیا کسی صورت میں کافر حاکم کی جماعت اوراس کی فوجی مہمات میں شامل ہوا جا سکتا ہے

سوال کافر حاکم کی جماعت اوراس کی فوجی وعسکری مہمات میں کس صورت میں داخل ہوا جاسکتا ہے؟

جواب صرف ایک حالت ہے جس میں کافراورمرتد حاکم کی صفوں اوراس کی فوجی مہمات میں حصہ لینا جائز ہے اوروہ یہ ہے کہ جب کوئی مسلمان دل سے اس بات کا پختہ عزم کرلے کہ یا تو شریعت مخالف نظام کو بدل ڈالے گا یا نظام باطل کو بربادکردے گا یا ایسے حاکم کو اچانک حملہ کرکے قتل کردے گا یا حکومتی اراکین کو قتل کرڈالے گا یا اسی طرح کے شرعی مقاصد کو حاصل کرے گا پھراس کے لئے بظاہر اس نظام کا حصہ بننا جائز ہے وہ بھی اس شرط پر کہ ایسا کرنے والا قوی الایمان اورراسخ العقیدہ اوراللہ پر کامل یقین رکھنے والا شخص ہو۔ اوراس مرتد اورباطل نظام کے بیرونی اثرات مثلاً مال ودولت کو قبول نہ کرے اور وہ ایسا صرف اورصرف شرعی مصلحت کی خاطر کرے کیونکہ شریعت اسلامیہ کا مقصد ہی مصالح

(بھتریوں) کا حصول اور انہیں ثابت کرنا اور مفاسد (برائیوں) کو ختم کر کے انہیں مٹانا ہے۔ یہ ایسے ہی ہے جس طرح آج بعض اسلامی جماعتیں کرتی ہیں کہ وہ کافر اور باطل نظام کو بدلنے یا اسے برباد کردینے کی نیت سے اس کا حصہ بننا جائز قرار دیتی ہیں مثلاً جماعت اسلامیہ مصر کا یہی طرز عمل کہ خالد اسلامبولی شہید رحمہ اللہ کی قیادت میں چند مجاہدین نے مصر کے طاغوت انور سادات (لعنہ اللہ) کو اچانک حملہ کر کے قتل کردیا۔ تو یہ فعل جائز ہے اگرچہ اس کے لئے بظاہر بعض کفریہ اقوال وافعال اختیار کرنے پڑیں ایک مسلمان انہیں بطور تقیہ (دل میں ایمان بظاہر کچھ اور) اختیار کرسکتا ہے جبکہ اسے اپنے مقصد میں یقینی کامیابی نظر آرہی ہو۔

اس کی دلیل محمد بن مسلمہ الانصاری رضی اللہ عنہ کا قصہ ہے انہوں نے (طاغوت) کعب بن اشرف یہودی کو قتل کرنا چاہا اور بظاہر اس سے یہی کہا کہ وہ اس کے ساتھ ہیں جبکہ محمد بن مسلمہ رضی اللہ عنہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے پہلے ہی اجازت لے چکے تھے کہ اپنی مہم میں کامیابی حاصل کرنے کے لئے اگر انہیں کچھ ظاہر کرنا پڑا تو وہ کرلیں گے اور اس مقصد کے لئے انہوں نے مشق بھی کررکھی تھی چنانچہ جابر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا[**من لكعب بن الاشرف فقال محمد بن مسلمة اتحب ان اقتله قال نعم قال فاذن لى فاقول قال قد فعلت – وعند مسلم :قال:ائذن لى فلاقل! قال: قل!**]''کعب بن اشرف سے کون نمٹے گا تو محمد بن مسلمہ رضی اللہ عنہ نے کہا کیا آپ چاہیں گے کہ میں اسے قتل کردوں؟ آپ نے فرمایا: ہاں! انہوں نے کہا تو مجھے اجازت دیجئے میں کچھ بات کہوں گا (اس کی طرف داری کرتے ہوئے اور آپ کے خلاف) آپ نے فرمایا: میں نے اجازت دی۔ مسلم کے الفاظ میں ہے: انہوں نے کہا تو مجھے اجازت دیجئے میں کچھ کہوں۔ آپ نے فرمایا: کہہ لینا۔ (صحیح بخاری مع الفتح كتاب الجهاد باب الفتك باهل الحرب: 160/6 حدیث نمبر 3032 نیز صحیح مسلم 1425-1801/3)

نیز جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ سے ہی مروی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا[**من لكعب بن الاشرف فانه قد آذى الله ورسوله قال محمد بن مسلمة اتحب ان اقتله يا رسول الله قال نعم قال فاتاه فقال ان هذا– يعنى النبى صلی اللہ علیہ وسلم – قد عنانا وسألنا الصدقة قال وايضاً والله لتملنه**

قال فانا اتبعناه فنكره ان ندعه حتى ننتظر الى ما يصير امره قال فلم يزل يكلمه حتى استمكن منه فقتله] ''کون ہے جو کعب بن اشرف سے نمٹے؟ کیونکہ اس نے اللہ اور اس کے رسول کو تکلیف پہنچائی ہے تو محمد بن مسلمہ رضی اللہ عنہ کہنے لگے یا رسول اللہ کیا آپ چاہیں گے کہ میں اسے قتل کردوں؟ آپ نے فرمایا: ہاں، کہتے ہیں پھر وہ اس کے پاس آئے اور کہنے لگے کہ یہ شخص (ان کی مراد نبی صلی اللہ علیہ وسلم تھے) ہمارے درپے ہوگیا ہے اور ہم سے صدقہ مانگتا رہتا ہے اس نے کہا ابھی تو بہت کچھ ہوگا اللہ کی قسم تم اس سے اکتا جاؤ گے انہوں نے کہا اب ہم ان کی اتباع کرچکے ہیں تو ہم نہیں چاہتے کہ اسے چھوڑ دیں حتی کہ دیکھ نہ لیں کہ اس کا معاملہ کہاں تک جاتا ہے کہتے ہیں وہ اس سے باتوں میں لگے رہے حتی کہ انہوں نے اسے قتل کرنے کا موقع پالیا سو انہوں اسے نے قتل کردیا''۔(صحیح بخاری مع الفتح کتاب الجهاد باب الکذب فی الحرب:6/158-159 حدیث نمبر 3031)

حافظ ابن حجر رحمہ اللہ فتح الباری:6/159 میں فرماتے ہیں: ''ان کا کہنا کہ عنانا (ہم سے چمٹ گیا ہے) کا مطلب ہے کہ انہوں نے ہمیں بہت سی باتوں کا حکم دیا ہے اور بہت سی باتوں سے منع کیا ہے اور ان کا کہنا کہ سالنا الصدقة (وہ ہم سے صدقہ مانگتا رہتا ہے) کا مطلب ہے کہ وہ ہم سے صدقے کا مال مانگتے ہیں تاکہ اسے اس کے حقیقی مقام پر خرچ کرسکیں۔

میں کہتا ہوں: یہ تعریض (مبہم، ذومعنی، غیر صریح بات کرنا) کی قبیل سے ہے اور اس حدیث میں اس بات کی دلیل ہے کہ دوران جنگ واقعی جھوٹ بولنا جائز ہے اور اگر یہ تعریض کی قبیل سے ہو تو افضل ہے نیز اس حدیث میں اس بات کی دلیل بھی ہے کہ کفر وارتداد کے سرداروں کو دھوکے سے اور اچانک حملہ کرکے مارنا جائز ہے۔

اس کے مزید دلائل: مسند احمد، صحیح ابن حبان، سنن النسائی میں حجاج بن علاطہ کا قصہ بیان کیا گیا ہے جسے امام حاکم نے صحیح قرار دیا ہے اس میں ہے کہ انہوں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے اجازت مانگی تھی کہ وہ آپ کے متعلق کچھ نازیبا کلمات کہہ دیں اگر ضرورت پیش آئے تاکہ اہل مکہ سے اپنا مال چھڑالیں چنانچہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں اس کی اجازت مرحمت فرمادی کہ وہ ایسا کرلیں اور پھر انہوں نے

اہل مکہ سے یہ کہا کہ اہل خیبر نے مسلمانوں کو شکست دے دی ہے (جبکہ حقیقت اس کے برعکس تھی) اس کے علاوہ کچھ اور باتیں بھی کی تھیں جو کہ مشہور ہیں۔ (ملاحظہ ہو فتح الباری: 159/6)

نیز اس موقف (کہ کسی شرعی مصلحت کے حصول کی خاطر مرتد حکام کی صفوں میں چند شروط وضوابط کے ساتھ داخل ہوا جاسکتا ہے) کی ایک اور دلیل فیروز الدیلمی اور ان کے ساتھی مومنین کا قصہ بھی ہے کہ انہوں نے اسود عنسی کذاب کے سامنے ایسا ظاہر کیا کہ وہ اس کے ساتھی ہیں اور انہوں نے ایسا اس لئے کیا تھا کہ ان کے پاس نبی ﷺ کا خط آیا تھا جس میں آپ نے انہیں اسود عنسی سے قتال کرنے اور اس کی قوت توڑ دینے کا حکم دیا تھا اور وبر بن یحنس الدیلمی شخص نے رسول اللہ ﷺ کا یہ خط فیروز الدیلمی اور ان کے ساتھی مومنوں تک پہنچایا تھا اور یہ قصہ مکمل تفصیل کے ساتھ البدایۃ والنہایۃ لابن کثیر: 3-339/6 میں سیف بن عمرالتمیمی سے منقول ہے فرماتے ہیں: ''کہ رسول اللہ ﷺ نے وبر بن یحنس الدیلمی نامی ایک شخص کے ہمراہ اسود عنسی سے متعلق اپنا خط روانہ کیا جس میں آپ نے وہاں موجود مسلمانوں کو اسود عنسی سے قتال کرنے اور اس کی قوت توڑنے کا حکم دیا اور معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ نے اس خط کا حق ادا کردیا انہوں نے زملہ نامی ایک عورت سے شادی کررکھی تھی جو سکون قبیلے کی تھی اس قبیلے نے اسود عنسی کے خلاف ان کی بہت مدد کی کیونکہ یہ بھی اسود عنسی کے بہت ظلم برداشت کرچکے تھے لہٰذا اس سلسلے میں وہ ان کی مدد کے لئے تیار ہوگئے اور انہوں نے یہ خط نبی ﷺ کے گورنروں تک اور جہاں جہاں پہنچا سکتے تھے پہنچادیا پھر یہ سب قیس بن عبدیغوث امیر جند کے کے پاس جمع ہوگئے یہ اسود عنسی پر سخت غصہ تھا کیونکہ اس نے اس کی بے عزتی کی تھی اور اسے قتل کرنا چاہا تھا اور فیروز الدیلمی کا بھی یہی معاملہ تھا یہ بھی اسود کے زیر عتاب رہ چکے تھے اور بعینہ یہی معاملہ دادویہ کے ساتھ بھی تھا بہرحال جب وبر بن یحنس نے قیس بن عبدیغوث جس کا اصل نام قیس بن مکشوح ہے اس کو خبر سے آگاہ کیا تو وہ بے پناہ خوش ہوا گویا یہ لوگ آسمان سے مدد لے کر اتر آئے تھے اس نے بھی مسلمانوں کے ساتھ اسود عنسی کے قتل کرنے پر اتفاق کرلیا اور انہوں نے آپس میں معاہدہ کرلیا کہ اسود کو ختم کرکے دم لیں گے جب یہ خفیہ پروگرام طے پاگیا تو اسود کے شیطان نے اسے اس بارے میں کچھ خبر دے دی

چنانچہ اسود نے قیس بن مکشوح کو بلوایا اور اس سے کہا کہ: او قیس یہ کیا کہتا ہے اس نے کہا کیا کہتا ہے اسود نے کہا یہ (یعنی اس کا شیطان) کہتا ہے کہ تو نے قیس کو عزت دی پھر جب وہ تیرا انتہائی قریبی بن گیا تو تیرے دشمن کے ساتھ مل گیا اور تیری بادشاہت چھیننے کی کوشش کرنے لگا اور اندر ہی اندر غدار بن گیا اور وہ کہتا ہے اے اسود اے اسود برائی ہے برائی ہے (اس کے برے ارادوں سے خود کو بچالے) اور اس کے اوپر کا حصہ لے لے (یعنی گردن اڑا دے) وگرنہ وہ تجھ سے تیری بادشاہت چھین کر تجھے قتل کردے گا یہ سن کر قیس نے جھوٹی قسم اٹھا کر کہا کہ: خمار والے کی قسم (خمار سے مراد نشہ ہے ذی الخمار یعنی نشہ کرنے والا چونکہ اسود بہت نشہ کرتا تھا اس لئے ایسا کہا) آپ کا مقام میرے دل میں انتہائی عظیم ہے اور میں اپنے دل میں آپ کے خلاف کوئی سازش کروں یہ سب میرے لئے بہت ہی گراں ہے یہ سن کر اسود نے اس سے کہا میرے خیال میں تو بادشاہ سے جھوٹ نہیں کہہ رہا بادشاہ نے تجھے سچا مان لیا اور سمجھ گیا کہ مجھے تیرے متعلق جو اطلاع ملی تھی تو اس سے پھر چکا ہے پھر قیس وہاں سے اپنے ساتھیوں فیروز اور دادویہ کے پاس آیا اور جو کچھ اسود نے اس سے اور اس نے اسود سے کہا وہ ساری خبر دی اور پھر اس کی تردید کردی یہ سن کر سب کہنے لگے کہ ہم سب کو خطرہ ہے ہمیں کیا کرنا چاہیے ابھی وہ مشورہ کر ہی رہے تھے کہ اسود کا قاصد ان کے پاس اسود کا پیغام لے آیا اور انہیں اسود کے پاس لے گیا جب یہ وہاں پہنچے تو وہ ان سے کہنے لگا کیا میں نے تمہیں تمہاری قوموں پر عزت نہ دی انہوں نے جواب دیا کیوں نہیں اس نے کہا پھر مجھے تمہارے متعلق کسی طرح کی اطلاعات پہنچ رہی ہیں انہوں نے جواب دیا کہ آپ ہمیں اس دفعہ جانے دیجئے اس نے کہا آئندہ ایسا نہ ہوگا کہتے ہیں کہ ہم اس کے پاس سے نکل آئے اور ہمیں اس بات کا یقین نہیں آرہا تھا اور وہ ہمارے متعلق شک میں تھا اور ہم خطرے میں تھے ابھی صورتحال ایسی ہی تھی کہ ہمارے پاس امیر ہمدان عامر بن شہر اور ذی ظلیم اور ذی کلاع وغیرہ امراء یمن کے خطوط آئے وہ اسود عنسی کے خلاف ہماری اطاعت اور مدد کرنے کی بات کررہے تھے اور اس کی وجہ یہ تھی کہ رسول اللہ ﷺ نے انہیں بھی خطوط لکھے تھے کہ اسود کی طاقت کو توڑ دیا جائے چنانچہ ہم نے انہیں لکھ بھیجا کہ جب تک ہم یقینی حکمت عملی تیار نہ کرلیں تم معاملے کو پوشیدہ رکھنا۔قیس کہتے ہیں

میں اس کی بیوی سے ملا اور کہا کہ میری چچازاد تو جانتی ہے کہ یہ شخص تیری قوم کے لئے کتنی بڑی مصیبت ہے اس نے تیرا شوہر قتل کر دیا اور تیری قوم کے بہت سے لوگ مار دیے اور عورتوں کو رسوا کیا لہٰذا کیا تو اس کے خلاف کچھ مدد کر سکتی ہے؟ اس نے کہا کس سلسلے میں؟ میں نے کہا اسے نکالنے کے سلسلے میں اس نے کہا اس کے قتل پر کیوں نہیں؟ وہ نہ تو اللہ کا حق ادا کرتا ہے نہ ہی اس کی حرمتوں کا خیال کرتا ہے۔ سو جب تم پختہ ارادہ کر لو تو مجھے آگاہ کر دینا میں اس سلسلے میں ضرور کچھ کروں گی۔ کہتے ہیں کہ میں نکلا تو فیروز اور دادویہ دونوں میرے منتظر تھے اور چاہتے تھے کہ اس کے خلاف عملی طور پر کچھ کر گزریں اور ابھی قیس ان کے ساتھ صحیح سے بیٹھ بھی نہیں سکا تھا کہ اسود نے اسے طلب کر لیا اور اپنی قوم کے دس افراد کے ساتھ آیا اور کہنے لگا کہ میں نے تجھ سے سچ کہا تھا لیکن تو نے مجھ سے جھوٹ بولا تھا وہ (اس کا شیطان) اب بھی کہہ رہا ہے کہ برائی ہے برائی اگر تو نے قیس کو نہ روکا تو وہ تیری گردن اڑا دے گا قیس سمجھے کہ اب وہ اسے ضرور قتل کر دے گا لہٰذا کہنے لگے یہ سچ نہیں ہے آپ اور آپ کے اہل خانہ اللہ کے رسول ہیں تو میرا قتل میری ہر روز کی موت سے اچھا ہوگا یہ سن کر وہ پسیج گیا اور جانے کی اجازت دے دی لہٰذا وہ اپنے ساتھیوں کے پاس گئے اور کہنے لگے جو تم کرنا چاہتے کر گزرو ابھی وہ دروازے کے پاس کھڑے ہو کر مشورہ کر رہے تھے کہ اسود ان کے پاس باہر آیا اور اس کے لئے سو اونٹ اور گائے جمع کی جا چکی تھیں اس نے ایک لائن کھینچی اس کے ایک طرف وہ اونٹ گائیں کھڑی تھیں اور اس کے دوسری طرف خود اور پکڑے یا باندھے بغیر ہی انہیں ذبح کرنے لگا اور جو جانور بھی اس لائن کے اندر گھس کر ایک چکر لگاتا اس کی روح فنا ہو جاتی قیس کہتے ہیں اس قدر خوفناک معاملہ اور اس سے زیادہ خوفناک دن میں نے کبھی نہیں دیکھا پھر اسود کہنے لگا اے فیروز تیرے متعلق مجھے جو کچھ معلوم ہوا ہے کیا وہ سچ ہے میں تجھے قتل کر کے ان جانوروں میں شامل کرنا چاہتا ہوں اور پھر اسے چھرا دکھانے لگا۔ فیروز نے کہا آپ نے ہمیں اپنا سسرالی بنایا اور ہمیں بیٹوں سے زیادہ مقام دیا اور اگر آپ نبی نہ ہوتے تو ہمیں آپ سے یہ اعزاز ہرگز نہ ملتا اور ہم آپ کے خلاف کوئی سازش کس طرح کر سکتے ہیں جب کہ آپ نے ہمیں دنیا اور آخرت دونوں ہی عطا کر دی ہیں پس چنانچہ ہمارے متعلق آپ کو جو اطلاع ملتی ہیں ان پر یقین

مت کیجئے باقی آپ جو چاہیں میں اس پر خوش ہوں یہ سن کر اسود ان سے مطمئن ہو گیا اور انہیں حکم دیا کہ ان جانوروں کا گوشت تقسیم کر دے چنانچہ فیروز نے ان کا گوشت اہل صنعاء میں تقسیم کر دیا اور اس کے فوراً بعد اسود کے پاس آیا تو دیکھا کہ ایک شخص اسود کو فیروز کے خلاف بھڑکا رہا ہے فیروز نے چھپ کر سنا تو اسود کہہ رہا تھا کہ میں کل اسے اور اس کے ساتھیوں کو قتل کر دوں گا لہٰذا تو صبح میرے جانے کا بندوبست کر پھر جب وہ واپس ہوا تو فیروز سامنے تھا فیروز نے کہا کہ رک جائیے پھر فیروز نے اس گوشت کی تقسیم سے متعلق اسے تفصیل بیان کی یہ سن کر اسود اپنے گھر چلا گیا اور فیروز اپنے ساتھیوں کے پاس واپس آیا اور وہاں ہونے والی ساری گفتگو سے انہیں آگاہ کیا انہوں نے باہم مشورہ کیا کہ اب انہیں اسود کی بیوی کو شامل کر لینا چاہیے چنانچہ فیروز اس کے پاس گئے اور صورتحال سے آگاہ کیا تو وہ کہنے لگی کہ جتنے بھی گھر ہیں ہر گھر پہرے داروں سے گھرا ہوا ہے سوائے اس گھر کے اور اس کا پچھلا حصہ فلاں فلاں راستے پر ہے لہٰذا جب شام ہو تو تم اس میں بے خوف وخطر کود پڑنا پھر اس کے قتل کے سوا اور کوئی کام نہ رہے گا اور گھر میں چراغ اور اسلحہ میں رکھ دوں گی پھر جب وہ گھر سے باہر آیا تو اسود سامنے کھڑا تھا کہنے لگا کہ تو میرے گھر کس کام سے آیا ہے اور ساتھ ہی سر سے اشارہ بھی کر دیا اور اسود شدید غصہ میں تھا کہ اچانک عورت کے چیخنے کی آواز آئی جس نے اسے خوفزدہ کر دیا اور اگر وہ نہ چیختی تو یہ انہیں قتل کر چکا ہوتا وہ کہنے لگی کہ میرا چچا زاد مجھ سے ملنے آیا تھا اسود نے کہا خاموش رہ تیرا باپ نہ رہے میں اسے تجھے ہبہ کر چکا ہوں فیروز فوراً اپنے ساتھیوں کے پاس گئے اور کہا کہ جان بچ گئی اور پھر سارا قصہ کہہ سنایا اب وہ غور وفکر کرنے لگے کہ کیا کرنا چاہیے پھر اس کی بیوی نے انہیں پیغام بھیجا کہ جس کام کا تم ارادہ کر چکے ہو اس سے پیچھے نہ ہٹنا چنانچہ فیروز نے اس سے ملاقات کر کے معلومات اکھٹی کیں اور اس گھر میں داخل ہو کر اندر سے ہی کچھ خفیہ راستے بنا لئے تاکہ باہر سے اندر داخل ہونا آسان ہو جائے اور پھر اس کی بیوی کے پاس ایک ملاقاتی کی حیثیت سے بیٹھ گئے اسود آیا تو کہنے لگا یہ کون ہے اس نے جواب دیا کہ میرا دودھ شریک بھائی اور چچا زاد ہے اس نے اسے ڈانٹ کر باہر نکال دیا پھر رات میں وہ اس کے گھر میں چھپ کر داخل ہوئے اور وہاں انہیں چراغ ایک ٹب کے نیچے مل گیا فیروز اسے لے کر

آگے بڑھے تو اسود ریشمی بستر پر نشے کی حالت میں سو رہا تھا اور خراٹے بھر رہا تھا اور عورت اس کے پاس تھی پھر جب فیروز دروازے پر آئے تو اسود کو اس کے شیطان نے بیٹھا کر دیا اور اس کی زبان سے بولنے لگا جبکہ اسود اب بھی خراٹے لے رہا تھا کہنے لگا فیروز تجھے مجھ سے کیا کام لینا ہے؟ اب وہ ڈرا کہ اگر واپس پلٹا تو خود بھی مریں گے اور عورت کو بھی مروائیں گے لہٰذا اسے پکڑا اور وہ کسی اونٹ کی طرح سخت جان تھا اور پھر اسے سر سے پکڑ کر اس کا گلہ دبا دیا اور اپنے دونوں گھٹنے اس کی پشت پر رکھ دیئے حتی کہ اسے قتل کر دیا پھر اپنے ساتھیوں کو واقعہ سے آگاہ کرنے کے لئے ان کے پاس جانے لگے تو عورت نے ان کا دامن پکڑ لیا اور کہنے لگی کہ اپنا وعدہ پورا کئے بغیر کہاں جاتا ہے وہ سمجھی تھی کہ وہ ابھی تک زندہ ہے فیروز نے کہا کہ اپنے ساتھیوں کے پاس اس کے قتل کی اطلاع کرنے جا رہا ہوں اسی دوران ان کے پلان کے مطابق ساتھی اسے قتل کرنے کے لئے داخل ہو گئے پھر اسود کے شیطان نے اسے حرکت دی اور وہ تڑپنے لگا اب انہوں نے دیر نہیں لگائی دو اس کی پشت پر کھڑے ہو گئے اور عورت نے اس کے بال پکڑ لیے جس سے وہ بڑبڑانے لگا پھر تیسرے نے پکڑ کر اس کی گردن کاٹ ڈالی اس کے ساتھ ہی اس کے گلے سے اس قدر تیز آواز نکلی جس قدر کسی طاقتور گائے کے گلے سے نکلتی ہے آواز سن کر اس کے محافظ محل میں فوراً داخل ہو گئے اور کہنے لگے یہ کیسی آواز تھی؟ عورت نے کہا نبی پر وحی نازل کی جا رہی ہے وہ سب پلٹ گئے اور قیس اور دادویہ اور فیروز یہ سب بیٹھ کر مشورہ کرنے لگے کہ اپنے اپنے قبیلے کو کس طرح اطلاع دیں پھر وہ اتفاق کر کے اٹھ گئے کہ صبح ان کے اور مسلمانوں کے درمیان جو مخصوص شعار (کوڈز) ہیں ان کے ذریعے اعلان کریں گے چنانچہ صبح قیس قلعے کی فصیل پر چڑھ کر مخصوص شعار ادا کرنے لگے اسے سن کر مسلمان اور کافر سب ہی قلعے کے گرد جمع ہو گئے پھر قیس نے یا وبر بن یحنس نے اعلان کیا میں گواہی دیتا ہوں کہ محمد اللہ کے رسول ہیں اور عبہلۃ کذاب ہے اور پھر لوگوں کی طرف اس کا سر پھینک دیا یہ منظر دیکھ کر اسے سارے ساتھی فرار ہونے لگے اور لوگ ان کے پیچھے بھاگ کر انہیں پکڑ پکڑ کر قتل کرنے اور قیدی بنانے لگے اور اس طرح اسلام اور مسلمان غالب ہو گئے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے عامل پلٹ آئے اور یہ تینوں امارت کے متعلق لڑنے لگے پھر معاذ بن جبل پر متفق ہو گئے

کہ وہ نماز پڑھائیں گے نماز کے بعد انہوں نے سارا واقعہ رسول اللہ ﷺ کو لکھ بھیجا جبکہ اللہ تعالیٰ نے بذریعہ وحی رات ہی کو آپ کو مطلع کر دیا تھا جیسا کہ سیف بن عمر التمیمی ابوالقاسم الشنوی سے روایت کرتے ہیں اور علاء بن زید سے اور وہ ابن عمر سے کہ رسول اللہ ﷺ کے پاس اسی رات آسمان سے خبر آ گئی جس رات اسود عنسی کو قتل کیا گیا تا کہ آپ اس کی بشارت دے دیں لہٰذا آپ نے فرمایا کہ [قتل العنسی البارحة قتله رجل مبارک من اهل بیت مبارکین قیل: و من؟ قال: فیروز فیروز] ''گذشتہ رات عنسی کو قتل کر دیا گیا اور اسے ایک مبارک شخص جو مبارک گھر والوں میں سے ہے نے قتل کیا کہا گیا وہ کون ہے؟ فرمایا: فیروز فیروز......

خلاصہ: محمد بن مسلمہ اور فیروز دیلمی رضی اللہ عنہما کے جو واقعات ہم نے نقل کئے ہیں ان سے معلوم ہوتا ہے کہ کفار کو دھوکہ دینے کے لئے بظاہر ان کا ساتھی بنا جا سکتا ہے حتیٰ کہ ایک مسلمان ایسی گفتگو بھی کر سکتا ہے جو کافر کو مطمئن کر سکے تا کہ اصل مقصد اور شرعی مصلحت حاصل ہو سکے جس کے لئے مشق کی ہو اور وہ مقصد خواہ کفر کے اماموں کو قتل کرنا ہو یا باطل کفریہ نظام کو بدلنا ہو جیسا کہ فیروز الدیلمی رضی اللہ عنہ نے کیا۔

نیز یہ بھی معلوم ہوا کہ کفریہ نظاموں کے خلاف مسلح کاروائیاں بھی کی جا سکتی ہیں بعض اہل علم اس کے خلاف فتویٰ دیتے ہیں اس کی وجہ یہ ہے کہ فیروز دیلمی کا مذکورہ واقعہ ان کی نظروں سے اوجھل رہتا ہے۔

نیز یہ بھی معلوم ہوا کہ کفار کو دھوکہ دینے کے لئے ان کے خلاف صریح چالیں چلنا اور دشمن کے ساتھ جنگ میں سازشیں تیار کرنے کی ترغیب دینا بھی جائز ہے جبکہ اس میں کوئی شرعی مصلحت ہو جیسا کہ صحیح بخاری اور صحیح مسلم میں جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا [الحرب خدعة] ''جنگ دھوکہ ہے''۔

نیز ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہتے ہیں [سمى النبی ﷺ الحرب خدعة] ''نبی ﷺ نے جنگ کا نام دھوکہ رکھا ہے''۔ (صحیح بخاری کتاب الجهاد باب الحرب خدعة احادیث نمبر 2865-2866

،3-1102البغاء ، صحیح مسلم 1362-1740/3)

حافظ ابن حجر رحمہ اللہ فتح الباری میں فرماتے ہیں: خدع (دھوکہ) اصل میں کہتے ہیں کہ حقیقت کچھ ہو اور ظاہر کچھ اور کیا جائے اس حدیث میں ترغیب ہے کہ جنگ میں احتیاط اور بچاؤ اختیار کیا جا سکتا ہے اور جنگ میں کفار کو کسی بھی طرح کا دھوکہ دنیا جائز ہے الا یہ کہ دھوکہ ایسا ہو کہ اس سے عہد شکنی ہو یا امان ختم ہو جائے تو پھر یہ جائز نہیں ہے ابن عربی نے کہا کہ: جنگ میں دھوکہ تعریض (ذو معنی، مبہم، مجمل کلام) اور پوشیدہ گفتگو یا اسی طرح کی گفتگو کے ذریعے دیا جاتا ہے............

نتیجہ یہ نکلا کہ دشمن کو بھٹکانا، بہکانا اور گمراہ کرنا جائز ہے خواہ اس کے لئے دھوکہ دینا پڑے یا جھوٹ بولنا پڑے یا توریہ کرنا پڑے اور شارع نے اس دھوکے، جھوٹ، بھٹکانے اور توریہ کرنے (دل میں ایمان چھپا کر زبان سے مقابل کے مطابق کلام کرنا) کو مستحب قرار دیا ہے خاص طور پر جب کہ کفار کے ساتھ کیا جائے اور ایسا کرنے سے ان کو بھٹکایا جا سکے یا ان پر قابو پایا جا سکے یا انہیں شکست دی جا سکتی ہو کیونکہ یہ سب شرعی مقاصد میں سے ہیں جن کی شارع نے ترغیب دی ہے تاکہ حق کو غالب اور باطل کو مغلوب کیا جا سکے اگر چہ باطل کبھی ٹکتا یا لڑتا نہیں ہے بلکہ بھاگ ہی جاتا ہے۔

خاتمہ: آخر میں ہم یہ واضح کر دینا چاہتے ہیں کہ ہر مسلمان پر فرض ہے کہ وہ ان ظالم حکام کے لئے کسی بھی طرح کی خدمات سر انجام نہ دے کیونکہ ہر مسلمان پر حرام ہے کہ وہ اس نظام اور حکام کے تحت پولیس یا فوج یا سیکورٹی یا تفتیشی یا قانون بنانے قانون پاس کرنے قانون کے مطابق فیصلہ کرنے، قانون کی حفاظت کرنے، قانون کو نافذ کرنے قانون پر عمل کرنے والے کسی بھی شعبہ میں بھرتی ہو حتی کہ مذکورہ حکام اللہ کے نازل کردہ نظام کے مطابق حکومت کرنے لگیں (کیونکہ یہود ونصاریٰ سے دوستیاں کرنا، مسلمانوں اور مخلص مجاہدین کے خلاف ان کی ہر طرح مدد کرنا اور ایسے دیگر کام ان کے کفر وارتداد پر پھر بھی دلالت کرتے ہیں الا یہ کہ وہ مکمل طور پر تائب ہو جائیں اور تائب ہونے کے بعد اصلاح بھی کر لیں۔مترجم) تو جب وہ اللہ کے نازل کردہ نظام سے باغی بن جائیں اور اپنے بنائے ہوئے کفریہ قوانین (واضح رہے کہ ہر وہ قانون کفریہ قانون کہلائے گا جو اللہ کے نظام کے

مقابلے میں ہوا گرچہ اس قانون میں لوگوں کو حقوق بھی مل رہے ہوں کیونکہ وہ اللہ کے قانون کے مقابلے میں ہوگا۔مترجم) پر چلنے لگیں تو اس وقت یہ حرمت اور بھی بڑھ جاتی ہے لہٰذا ہر مسلمان پر اس نظام اور ایسے حکام کی کسی بھی طرح حمایت یا مدد یا خدمت کرنا قطعاً حرام ہے چنانچہ وہ مذکورہ شعبہ جات میں سے کسی بھی شعبہ میں ہرگز ہرگز بھرتی نہ ہو۔

ابوسعید اور ابوہریرہ رضی اللہ عنہما سے مروی ہے یہ دونوں اصحاب فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا[**لیاتین علیکم امراء یقربون شرار الناس ویوخرون الصلاۃ عن مواقیتھا فمن ادرک ذلک منکم فلا یکونن عریفا ولا شرطیا ولا جابیا ولا خازنا**]''تم پر ایسے حکام ضرور آئیں گے جو بدترین لوگوں کو قریب کریں گے اور نماز کو ان کے اوقات سے لیٹ ادا کریں گے تو تم میں سے جو ایسا دیکھے وہ ہرگز سراغ رساں یا فوجی افسر یا سپاہی یا عامل (ٹیکس آفیسر) یا منشی نہ بنے''۔(صحیح ابن حبان مع موارد الظمآن: 676/2 حدیث نمبر 1538 اس حدیث کے تمام راوی صحیحین کے رواۃ میں سے ہیں سوائے عبدالرحمٰن بن عبداللہ بن مسعود کے اور وہ بھی ثقہ ہیں جیسا کہ تقریب التہذیب میں ہے نیز اس حدیث کو امام ابویعلیٰ الموصلی نے بھی روایت کیا ہے امام ہیثمی مجمع الزوائد میں فرماتے ہیں: اس حدیث کو ابویعلی نے روایت کیا ہے اور اس کے رجال صحیح کے رجال ہیں سوائے عبدالرحمٰن بن مسعود کے اور وہ بھی ثقہ ہے نیز علامہ البانی نے اسے الصحیحۃ: 89/1 حدیث نمبر 360 میں صحیح قرار دیا ہے)

میں کہتا ہوں: عریف نقیب (صدر، بڑا آفیسر) کو کہتے ہیں جو کہ سب سے بڑے آفیسر سے چھوٹا ہوتا ہے اور اس کی جماع عرفاء بھی آتی ہے آج کل کی اصطلاح میں ضباط (تھانیدار، سپاہی) کو کہا جاتا ہے۔

نیز عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے فرماتے ہیں: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا[**انہ سیلی احدکم من بعدی رجال یطفئون السنۃ ویحدثون بدعۃ ویوخرون الصلاۃ عن مواقیتھا قال ابن مسعود یا رسول اللہ کیف بي اذا ادرکتم قال لیس یا ابن ام عبد طاعۃ لمن عصی اللہ قالھا ثلاث مرات**]''میرے بعد عنقریب تمہارے معاملے کے ایسے لوگ ذمہ دار (حاکم) بنیں گے جو سنتیں مٹائیں گے اور بدعات ایجاد کریں گے اور نماز ان کے اوقات سے

لیٹ کر کے پڑھیں گے ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے کہا یا رسول اللہ اگر میں انہیں پالوں تو مجھے کیا کرنا چاہیے فرمایا: اے ابن ام عبد جو اللہ کی نافرمانی کرے اس کی اطاعت جائز نہیں ہے یہ بات آپ نے تین مرتبہ ارشاد فرمائی ۔اس حدیث کو عبداللہ بن امام احمد بن حنبل نے والد سے مسند احمد میں بطریق وجادۃ روایت کیا ملاحظہ ہو مسند احمد 2/58-59 حدیث نمبر 3790 نیز ابن ماجہ کتاب الجہاد باب لا طاعۃ فی معصیۃ اللہ 2/956 حدیث نمبر 2865 میں اور طبرانی نے معجم کبیر 2/3 حدیث نمبر 74 میں روایت کیا ہے اس کی سند صحیح ہے مسلم کی شرط پر ہے نیز علامہ البانی نے اسے الصحیحۃ 2/139 میں صحیح قرار دیا ہے۔

میں کہتا ہوں: کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ظالم حکام کی اللہ کی نافرمانی میں اطاعت کرنے سے منع فرمادیا کیونکہ وہ سنت کو مٹاتے ہیں اور بدعات کو ایجاد کرتے ہیں اور بدترین لوگوں کو اپنا قریبی بناتے ہیں اور آپ نے مسلمانوں پر ان کا آفیسر بننا یا سپاہی بننا یا منشی یا عامل صدقہ (ٹیکس آفیسر) بننا حرام قرار دے دیا ہے اگر چہ وہ اللہ کے فیصلے کے مطابق حکومت کریں تو اللہ کے قانون کے بدلے وضعی قوانین کے ذریعے حکومت کرنے والے اور یہود ونصاریٰ کو دوست بنا کر اللہ اور اس کے رسول اور مومنوں سے جنگ کرنے والے حکام کی مدد کرنا یا حمایت کرنا یا خدمت کرنا کس طرح جائز ہوسکتا ہے۔

چنانچہ ہر مسلمان کو اپنے دین کی حفاظت کرتے ہوئے اس سے مکمل اجتناب کرنا چاہیے اور کافروں ،اور منافقین کی فرمانبرداری نہیں کرنی چاہیے اور ہر مسلمان پر ان حالات میں یہ فریضہ بھی عائد ہوتا ہے کہ وہ عصر حاضر میں اپنی ذمہ داریوں سے متعلق ان علماء سے سوال کرے جو اللہ سے ڈرنے والے ہوں اور اپنے علم پر عمل کرنے والے ہوں اور حق کا پرچار کرنے والے ہوں اور کسی کی ملامت سے خوفزدہ نہ ہوں اور ان علماء سوء سے مکمل اجتناب کرے جو ایسی حکومتوں کی سرپرستی میں رہ رہے ہوں اور ان کی تعریفوں میں رطب اللسان رہتے ہوں اور دنیا کے چند ٹکوں کے عوض ان کے غلام بن جاتے ہوں اور خود تو علم کے باوجود گمراہ ہوتے ہی ہیں لیکن عوام الناس کی جہالت سے فائدہ اٹھا کر اور ان سے حقائق چھپا کر انہیں بھی گمراہ کر کے ان کی عاقبت خراب کرتے ہوں (العیاذ باللہ) (اور سچ تو یہ ہے کہ عصر

حاضر میں علماء حق اور علماء سوء اپنے اپنے دوستوں اور دشمنوں سے پہچانے جاتے ہیں) تمام مسلمانوں پر فرض ہے کہ وہ آپس میں ایک دوسرے کو اس طرح کے علمی اور ایمان کے مسائل کی تلقین کرتے رہیں جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا [وَ تَوَاصَوْا بِالْحَقِّ وَ تَوَاصَوْا بِالصَّبْرِ] ''اور ایک دوسرے کو حق کی تلقین کرتے رہو اور ایک دوسرے کو صبر کی تلقین کرتے رہو''۔

نیز نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا [الدین النصیحۃ] ''دین خیر خواہی کا نام ہے'' (مسلم عن تمیم بن اوس الداری رضی اللہ عنہ)

نیز اس علم کو پھیلانا اور اسے چھپانے سے بچنا بھی فرض ہے اور ضرورت کے وقت علم چھپانا گناہ ہے لہٰذا حجت قائم کرنے اور باطل کی تردید کرنے کے لئے علم سیکھنا اور پہنچانا فرض ہے تا کہ کوئی باطل پرست اپنے باطل کو غالب نہ کر سکے اور نہ ہی کوئی خواہش پرست اپنی جہالت کا عذر پیش کر سکے خاص طور پر عصر حاضر میں درپیش مسائل میں کیونکہ یہ توحید کے بنیادی مسائل ہیں۔

[لِّيَهْلِكَ مَنْ هَلَكَ عَنْ بَيِّنَةٍ وَّ يَحْيٰى مَنْ حَيَّ عَنْ بَيِّنَةٍ وَ اِنَّ اللّٰهَ لَسَمِيْعٌ عَلِيْمٌ.(انفال: 42)] ''تا کہ تباہ ہونے والا دلیل کی بنیاد پر تباہ ہو اور کامیاب ہونے والا دلیل کی بنیاد پر کامیاب ہو''۔

آخر میں اللہ سبحانہ وتعالیٰ سے دعا گو ہوں کہ:

وہ ہمارے دین میں ہماری حفاظت فرماتا رہے اور ہمیں ایمان پر موت عطاء کرے اور ہمیں ظاہر و پوشیدہ تمام فتنوں سے بچا کر رکھے۔ اللھم آمین

وصلی اللہ علی نبینا محمد و آلہ وصحبہ وسلم.

وآخر دعوانا ان الحمد للہ رب العالمین.

اس کتاب کی تحریر سے بوقت فجر بروز ہفتہ مورخہ 28 ذوالحجہ 1423ھ بمطابق 1-3-2003م فارغ ہوا۔

عبدالرحمٰن بن عبدالحمید الامین
مسلم ورلڈ ڈیٹا پروسیسنگ پاکستان